عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۱۸تا۲۴ربیع الاول ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۶تا۲۲نومبر ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۴۴

حضرت مولانا
بشیر احمد الحسینیؒ
کا سانحۂ ارتحال

پُرامن احتجاج جمہور کا حق

مُنافع بخش اسکیموں کے شرعی احکام

اسبابِ طلاق

چند غور طلب پہلو

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

قرآن کریم میں علاماتِ قیامت کا ذکر کیوں نہیں؟

س:……قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں ذکر فرمائی ہیں، مگر یہ نشانیاں قرآن کریم میں تو کہیں ذکر نہیں ہیں۔ اتنی اہم بات کا ذکر قرآن کریم میں کیوں نہیں ہے؟

ج:……اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے آنے کا ایسا قطعی اور یقینی علم کسی کو نہیں دیا کہ وہ فلاں تاریخ، فلاں مہینہ اور فلاں سن میں واقع ہوگی، بلکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے اور صیغہ راز میں رکھا ہے۔ اس میں اللہ جل شانہ کی بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ کارخانۂ قدرت قیامت تک بلاخوف وخطر چلتا رہے۔ اگر لوگوں کو قیامت کا متعین وقت معلوم ہوجائے تو وہ اس غم میں ڈوب کر ہی ہلاک ہوجائیں گے، دنیا اور اس کے کام دھندوں کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ اس لئے قیامت اچانک آئے گی۔ اس کے آنے سے قبل اس کا متعین وقت تک لوگوں کو معلوم نہیں ہوگا اور لوگ اپنے کام کاج اور مستیوں میں مشغول ہوں گے، قیامت کا آنا چونکہ قطعی اور یقینی ہے، اس لئے اس کی کچھ علامات اور نشانیاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتلانے سے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امت کو بتادیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو علاماتِ قیامت کے بارے میں بتلایا ہے۔ جس کا تفصیلی تذکرہ متعدد احادیث میں موجود ہے۔ رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں علامت قیامت کا ذکر کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ساری باتوں کا استیعاب نہیں فرمایا، چنانچہ نماز کا حکم بار بار آیا ہے، لیکن تفصیل ذکر نہیں فرمائی۔ زکوٰۃ کا حکم بھی ہے، حج کا حکم ہے، روزہ کا حکم ہے مگر سب کا حکم اجمالی ہی ہے اور ان سب کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی جو کہ احادیث کی شکل میں موجود ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں قیامت کے وقوع کا تو ذکر ہے لیکن اس کی علامات اور نشانیاں وتفصیل احادیث میں موجود ہے۔

کافر کو کافر کہنا حق ہے

س:……کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ''کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے'' چنانچہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی صرف زبان سے کلمہ پڑھ لے اور اپنے کو مسلمان ہونے کا اقرار کرے جبکہ حقیقت میں اس کا تعلق قادیانیت یا کسی اور عقیدے سے ہو تو کیا وہ شخص صرف زبانی کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان کہلائے گا؟ از راہ کرم مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت تفصیل سے بتائیے؟

ج:……یہ تو کوئی حدیث نہیں کہ کافر کو کافر نہ کہا جائے۔ قرآن کریم میں بار بار ''ان الذین کفروا''، ''والکافرون''، ''لقد کفر الذین قالوا'' کے الفاظ موجود ہیں۔ جو اس نظریہ کی تردید کے لئے کافی وشافی ہیں اور یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے (خواہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ''محمد رسول اللہ'' ہی مانتا ہو) اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو۔ اسی طرح یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو خواہ خدا اور رسول کو گالیاں ہی بکتا ہو اس کو بھی مسلمان سمجھو۔

صحیح اصول یہ ہے کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دین کو مانتا ہو اور ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار نہ کرتا ہو نہ توڑ مروڑ کر ان کو غلط معانی پہناتا ہو وہ مسلمان ہے کیونکہ ''ضروریات دین'' میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑنا کفر ہے۔

قادیانیوں کے کفر وارتداد اور زندقہ والحاد کی تفصیلات اہل علم بہت سی کتابوں میں بیان کرچکے ہیں۔ جس شخص کو مزید اطمینان حاصل کرنا ہو وہ ''قادیانی جنازہ''، ''قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین'' اور ''قادیانیوں اور دوسرے غیر مسلموں میں فرق'' ملاحظہ کرلیں (یہ رسائل ''تحفہ قادیانیت'' کی پہلی جلد میں شامل ہیں)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلسِ ادارت
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۸ ۱۸ تا ۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ نومبر ۲۰۱۹ء شمارہ:۴۳

اس شمارے میں!

حضرت مولانا بشیر احمد الحسینیؒ کا وصال	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ	
پُرامن احتجاج.... جمہور کا حق!	۷	حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہ	
رحمت عالم ﷺ کی شان عفو وکرم	۹	ڈاکٹر عبدالحئی عارفی	
نعت شریف	۱۲	سید نفیس الحسینیؒ	
مسئلہ کشمیر اور عالمی طاقتیں	۱۳	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ	
مقامِ رسالت اور ختم نبوت کا دفاع	۱۵	بیان: مولانا محمد حنیف جالندھری	
چند منافع بخش اسکیموں کے شرعی احکام	۱۹	مولانا اشتیاق احمد قاسمی	
اسبابِ طلاق.... چند غور طلب پہلو	۲۱	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی	
نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ! (۱۹)	۲۴	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ	

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

شفاعت

حدیث قدسی ۱۴: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے رب نے میری امت کے متعلق مجھ سے دریافت کیا کہ تیری امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ میں نے عرض کیا: اے رب! آپ کو اختیار ہے وہ تیری مخلوق ہے اور تیرے بندے ہیں پھر مجھ سے دوبارہ فرمایا، میں نے یہی عرض کیا، پھر مجھ سے تیسری مرتبہ دریافت کیا میں نے یہی عرض کیا: آپ کی مخلوق ہے اور آپ کے بندے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد! میں تیری امت کے متعلق تجھ کو رسوا نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ بھی بشارت دی کہ میری امت میں سے سب سے اول میرے ساتھ ستر ہزار آدمی جائیں گے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے، ان لوگوں پر کوئی حساب نہ ہوگا۔ اس کے بعد میرے پاس پیام بھیجا جائے گا اور مجھ سے کہا جائے گا: مانگو! تم کو دیا جائے گا، دعا کرو تمہاری دعا قبول کی جائے کی، میں پیامبر سے کہوں گا کیا میرا رب میرا سوال پورا کرے گا؟ پیامبر کہے گا مجھ کو خدا نے آپ کے پاس اسی لئے بھیجا ہے تاکہ آپ کی خواہش پوری کی جائے۔

(احمد، ابن عساکر)

حدیث قدسی ۱۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ موحدین کو جہنم سے نکالنے کا ارادہ کرے گا تو کفار جہنم میں ان مسلمانوں کو جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ہوں گے یہ طعنہ دیں گے کہ دنیا میں ہم تم سب مل کر رہتے تھے، پس تم ایمان لے آئے اور ہم نے کفر کیا، تم نے نبیوں کی تصدیق کی اور ہم نے تکذیب کی، تم نے اقرار کیا اور ہم نے انکار کیا، لیکن آج تم کو ان باتوں نے کوئی نفع نہیں دیا تم اور ہم سب آج بھی برابر ہیں، تم کو بھی عذاب ہو رہا ہے اور ہم کو بھی، ہم بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور تم بھی ہمیشہ رہو گے۔ کفار کے اس طعنہ پر حضرت حق جل مجدہ سخت غضبناک ہوں گے اور اس وقت شفاعت کا سلسلہ جاری ہوگا۔ (حکیم، ترمذی)

سحبان الہند حضرت مولانا
احمد سعید دہلویؒ

نمازِ اشراق

س:......نماز اشراق کس نماز کو کہتے ہیں اور اس کا وقت اور رکعات کتنی ہیں؟

ج:......لفظ اشراق کے معنی سورج کے طلوع ہونے کے آتے ہیں۔ شریعت نے اس موقع پر جس نماز کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اسے نماز اشراق کہا جاتا ہے۔ فقہائے کرام کے بتلائے ہوئے مسئلے کے مطابق اشراق کا وقت سورج کے نکلنے کے تقریباً بیس منٹ بعد ہوتا ہے (واضح رہے کہ نماز پڑھنے کے لئے اس وقت سورج کے نکلنے کے دس منٹ بعد کے وقت میں گنجائش بتلائی جاتی ہے۔ بیس منٹ کا وقت احتیاط کے طور پر ہے) اور یہ وقت دن کا ایک پہر گزرنے تک رہتا ہے۔ جو اندازاً تین گھنٹے بنتا ہے۔ اس کی رکعت دو، چار اور چھ تک بتلائی جاتی ہیں۔ عموماً معمول دو، دو کرکے چار رکعت پڑھنے کا ہے۔ بعض علماء کرام اگلی دو رکعت کے متعلق یہ بات بھی بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء کی سلامتی کے ساتھ ہونے کے بعد جگادیا ہے، لہٰذا اس کے شکرانے میں دو رکعت پڑھنے کی عادت ڈالی جائے، اس طرح چار رکعت اشراق کی ہوں گی اور بقیہ دو رکعت بطور شکرانے کے ہوں گی۔ بہتر وافضل یہ ہے کہ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اسی جگہ اشراق کے وقت تک دیگر عبادات میں مشغول رہا جائے پھر اشراق کی نماز پڑھی جائے، لیکن یہ لازمی عمل نہیں کہ اس کے اہتمام کے بغیر نماز اشراق قابل قبول نہ ہو۔ اشراق کی نماز پڑھے جانے کے اوقات میں پڑھی جانے والی نماز اشراق ہی کہلائے گی، البتہ ثواب میں کمی کا ضرور کہا جاتا ہے۔

نوٹ:...... دائمی نقشہ اوقات نماز اشراق برائے کراچی ومضافات (احتیاط کے تقاضے کے مطابق جنتری ترتیب دی گئی ہے)۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا بشیر احمد الحسینیؒ کا وصال!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مولانا بشیر احمد الحسینیؒ مورخہ ۱۶؍اکتوبر ۲۰۱۹ء بمطابق ۱۶؍صفرالخیر ۱۴۴۱ھ کو شورکوٹ کینٹ میں وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا بشیر احمد الحسینیؒ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں حضرت مولانا علامہ عبدالخالقؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ سے دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا قاری محمد حنیف ملتانیؒ کے ہم درس تھے۔ مولانا بشیر احمد نے فراغت کے بعد عالمی مجلس کے قائم کردہ دارالمبلغین میں تربیت حاصل کی۔ ردعیسائیت کے موضوع پر آپ مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد حیاتؒ کے شاگرد تھے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سے آپ کا والہانہ تعلق تھا۔

آپ نے ریلوے کالونی شورکوٹ کینٹ کی مسجد کی خطابت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور اب قریباً ساٹھ سال بعد وہاں سے جنازہ اٹھایا گیا۔ یہ آپ کی اولوالعزمی اور استقامت کی بہترین مثال ہے۔ اسی مسجد کے قریب آپ کی رہائش تھی۔ جس کا ایک کمرہ بیٹھک، مطالعہ کے لئے مختص کیا ہوا تھا۔ آپ نے طب بھی پڑھی ہوئی تھی۔ آپ حکمت کا کام اور تصنیف وتالیف بھی اسی کمرہ میں سرانجام دیتے تھے۔ آپ دراز قد، ہلکا پھلکا جسم، رنگ خوب پکا، داڑھی مبارک دراز، سر پر عموماً پگڑی باندھتے تھے۔ چلنے میں پھرتیلے، دوسرے کی بات توجہ سے سنتے اور اپنی رائے سے سرفراز کرتے تھے۔ ہر دینی مہم میں پیش پیش ہوتے۔ آپ نے ردعیسائیت پر بہت گراں قدر کتب تحریر فرمائیں۔ دوسرے موضوعات پر بھی آپ کی کتب ورسائل ہیں۔ مولانا مرحوم کی یہ خوبی تھی کہ آپ تحقیق وتدقیق کے میدان میں کتب بینی کے مشغلہ سے خود کو کبھی فارغ نہ کرتے تھے۔ لکھنا پڑھنا آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ کی اسی خوبی نے آپ کو محقق عالم کا درجہ دے دیا تھا۔ نکتہ رسی آپ پر ختم تھی۔ یہی ان کی شان ان کی تصانیف میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔

سرسری طور پر ان کی تصانیف کی فہرست جو میسر آئی وہ یہ ہے: (۱) الست بربکم، (۲) آخری نبی ﷺ اور تورات موسوی، (۳) بائبل میں ردوبدل، (۴) مقدس بائبل، (۵) بائبل میں مقام انبیاء، (۶) تغیر وتبدل، (۷) تربیت درمسیحیت، (۸) اسلام اور عیسائیت، (۹) موجودہ

اناجیل، (۱۰) تورات کی کہانی بائبل کی زبانی، (۱۱) فارقلیط کون ہے؟، (۱۲) معارف سورۃ یوسف، (۱۳) فضیلت بشریت، (۱۴) ہمارے صحابہؓ، (۱۵) مجموعہ رسائل ردعیسائیت، (۱۶) تحقیق ومددگار، (۱۷) بائبل سے نبوت کی پہچان، (۱۸) ایک مسیحی مبلغ کا قرآن حکیم پر بہتان اور دجل وفریب، (۱۹) حقیقت اناجیل اربعہ، (۲۰) اسلام اور مسیحیت، (۲۱) خیر البیان فی عدد رکعات قیام رمضان۔

ان میں نمبر۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۱ پانچ عدد کتب ورسائل تو دوسرے موضوعات پر ہیں۔ البتہ ۱۶ عدد کتب ورسائل صرف مسیحیت واسلام کے تقابل پر لکھے گئے ہیں، عجیب بات ہے کہ یہ سولہ کا عدد اشارہ کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے سولہ آنے آپ کو عیسائیت پر ریسرچ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے عیسائیت کے موضوع کو دن رات ایسے طور پر جانچا، پرکھا کہ ایک ایسا وقت آیا کہ آپ پاکستان میں اس عنوان کی پہچان بن گئے۔ مناظرہ اور علم الکلام کے ماہر عالم دین تھے۔ عرصہ تک آپ تنظیم اہل سنت کے دار المبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سالانہ کورس، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء کے سالانہ دورۂ تدریبیہ میں آپ کے بڑے اہتمام سے اسباق ہوتے تھے۔ یوں دیکھا جائے تو بلا مبالغہ ملک بھر میں آپ کے ہزاروں علماء کرام شاگرد ہوں گے۔ مولانا نے ردعیسائیت کے عنوان پر ایک نوٹ بک بھی بنائی تھی جو سالانہ ان کورسز میں آپ کے زیر نظر رہتی تھی۔ مولانا ایک متواضع، درویش، سادہ مگر باوقار عالم ربانی تھے۔ آپ کی ذات علم وتحقیق سے مرکب تھی۔ توکل کا یہ عالم تھا کہ مسجد کی امامت وخطابت آپ کا محض دینی فریضہ کی ادائیگی کی ایک شکل تھی۔ ورنہ وہ اپنے گھر کی دال روٹی مطب سے چلاتے تھے۔ آپ نے حج بھی کیا۔ ایک بار فقیر راقم اور مولانا خدا بخش صاحب شجاع آبادی مرحوم ایک ساتھ حج پر گئے۔ آگے سے مولانا بشیر احمد الحسینی کی حرم مکہ میں ملاقات ہوگئی۔ پھر تو بہت سارا ساتھ رہا۔ تمام خوبیوں کے باوجود مولانا کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ عابد، زاہد انسان تھے۔ اپنے پہلو میں دل دردمند رکھتے تھے۔ جو صرف اسلام کی ترویج واشاعت اور تبلیغ ودفاع کے لئے دھڑکتا تھا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت صرف اور صرف تبلیغ ودفاع اسلام کے لئے نہ صرف سوچتے رہتے تھے بلکہ کوشاں بھی رہتے تھے۔ یہ وہ خوبی ہے جو آج کل کے نوجوان علماء کی پود میں عنقاء ہوتی جارہی ہے۔ اب تو صرف اپنے ہی کام سے غرض ہے۔ پورے دینی امور ومہمات پر نظر رکھنا اور ترویج واشاعت کے لئے سرفروشانہ جذبہ صادق جوان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ ہمہ جہتی سوچ آج کے ہمارے علماء کرام کا حرز جان بن جائے تو چار دانگ عالم حق ہو کے نعرے گونج اٹھیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

مؤرخہ ۱۶؍اکتوبر ۲۰۱۹ء کے پہلے پہر آپ کے وصال کی خبر ملی۔ اس دن اتفاق سے ملتان دفتر قیام تھا۔ عصر کی نماز پڑھ کر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی سربراہی اور مولانا محمد انس کی ہمراہی میں سفر شروع ہوا۔ رات آٹھ بجے کرکٹ گراؤنڈ شورکوٹ کینٹ میں جنازہ تھا۔ دور دور سے دینی قیادت شرکت فرما تھی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے جنازہ پڑھایا۔ جنازہ سے قبل چہرۂ انور کے دیدار کی زیارت بھی مقدر ہوگئی۔ خوبصورت داڑھی، چمکدار پروقار گہری نیند کی سی کیفیتوں کو لئے چہرہ مبارک جس نے دیکھا، ماشاءاللہ پکار اٹھا۔ جنازہ کے بعد وہ رحمت حق کے دوش اپنے اصلی سفر کو روانہ ہوئے اور ہم ان کی یادوں کو دلوں میں لئے واپس آگئے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی شایان شان ان سے معاملہ فرمائیں۔ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب ہو اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل ارزاں ہو۔ وہ کیا گئے کہ تاریخ کا ایک باب سمٹ دیا گیا۔ رحمت حق ان کی تربت پہ شبنم افشانی کرے۔ آمین ثم آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

پُرامن احتجاج......جمہور کا حق!

حضرت مولانا محمد ازہر، ملتان

جمہوری معاشرے میں اختلاف رائے کو نہ صرف برداشت کیا جاتا ہے بلکہ اسے جمہوریت کی روح اور اس کا حسن قرار دیا جاتا ہے، پاکستان کے جمہوری ادوار میں بلکہ کسی حد تک فوجی ادوار میں بھی حکومتی پالیسیوں کے خلاف ذہن سازی، سیاسی سرگرمیاں اور تحریکیں چلتی رہی ہیں۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کے طویل دورِ اقتدار کے بعد ۱۹۸۸ء میں عام انتخابات کے نتیجے میں محترمہ بے نظیر بھٹو برسرِ اقتدار آئیں، لیکن ۱۸ ماہ بعد ہی ان کی حکومت کو رخصت کر دیا گیا، اس کے بعد اکتوبر ۱۹۹۹ء تک پاکستان مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی یکے بعد دیگرے برسرِ اقتدار آتی رہیں، لیکن کوئی بھی حکومت پانچ سال کی مدت پوری نہ کر سکی۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ایک مرتبہ پھر فوجی حکومت ملک پر مسلط کر دی گئی، ڈکٹیٹر پرویز مشرف کا دور ختم ہوا تو یکے بعد دیگرے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ حکومت بنانے میں کامیاب ہوئیں۔

اس عرصہ میں تیسری قوت کے طور پر پاکستان تحریک انصاف ابھر کر سامنے آئی۔ ۲۵ر جولائی ۲۰۱۸ء کے انتخابات میں تحریک انصاف کو دوسری سیاسی جماعتوں کے مقابلہ میں برتری حاصل ہوئی لیکن دوسری سیاسی جماعتوں نے انتخابات کے نتائج پر سنجیدہ تحفظات کا اظہار کیا اور مقتدر قوتوں پر انتخابی نتائج میں ردوبدل، ووٹ چرانے اور من پسند امیدواروں کو دھاندلی کے ذریعے کامیاب کرانے کے سنگین الزامات عائد کیے۔

اپوزیشن لیڈروں نے انتخابات کے فوراً بعد ہی حکومت مخالف تحریک کا آغاز کر دیا، اس تحریک میں سب سے زیادہ متحرک، فعال اور تحریک کے روحِ رواں حضرت مولانا فضل الرحمن زید مجدہم ہیں۔ مولانا نے ایک سال میں ملک کے مختلف شہروں میں ۱۵ ملین مارچ کیے اور بلا شبہ ان میں لاکھوں افراد شریک ہوئے اور موجودہ حکومت کے خلاف انہوں نے مولانا کے بیانیہ کی تائید کی۔ مولانا نے تحریک انصف کی حکومت کو نہ صرف دھاندلی کے نتیجے میں بننے والی ناجائز حکومت کہا بلکہ وزیر اعظم عمران خان پر بھی سنگین الزام عائد کرتے ہوئے انہیں یہودیوں اور استعماری قوتوں کا آلۂ کار قرار دیا، اس الزام میں کتنی صداقت ہے ہم جیسے ظاہر بینوں کو اس کا علم حکومتی پالیسیوں اور وزیر اعظم کے مختلف اقدام ہی سے ہو سکتا ہے۔ بظاہر موجودہ حکومت کی ۱۴ ماہ کی کارکردگی کو مختلف فیصلوں اور عزائم و اعلانات کی روشنی میں دیکھا جائے تو مولانا کے الزام میں وزن محسوس ہوتا ہے، عام پاکستانی کو سیاسی، معاشی اور عسکری طور پر کمزور کرنا شامل ہے۔ اسی طرح آئین کی اسلامی شقیں بالخصوص قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ بھی عالمی قوتوں کے لئے قابل قبول نہیں، پاکستان میں اسلامی معاشرت اور اسلام کے بنیادی عقائد پر پختگی اور تصلّب کا خاتمہ اور بے حیائی پر مشتمل مغربی کلچر کا فروغ بھی استعماری ایجنڈے میں شامل ہے۔

> ہم دعا گو ہیں کہ خدا کرے مولانا کے احتجاجی مارچ کے نتیجے میں ملک کسی نئے بحران یا عدم استحکام کا شکار نہ ہو اور جو تبدیلی آئے وہ جمہوری، دستوری اور سیاسی راستے سے آئے اور اہلِ وطن کے لئے خوش آئند اور بابرکت ہو

اسے بدقسمتی کہیے یا تحریک انصاف کی حکومت کی ناپختہ کاری کہ ان ۱۴ ماہ میں سیاسی اور معاشی استحکام کا گراف بہت نیچے آیا۔ قرضے معاف ہوئے، بے حیائی کو فروغ ہوا، شراب عام ہوئی اور مختلف چینلز پر وزیر اعظم کے حامی تجزیہ نگاروں نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے دلائل دیئے، توہین رسالت کے مجرموں کو رہا کر کے بیرون ملک بھیجا گیا، بعض اہم عہدوں پر قادیانیوں کا تقرر کیا گیا پھر عوامی ردِعمل پر ہٹایا گیا۔ غریبوں کو روزگار اور تعلیم یافتہ افراد کو

نوکریاں دینے کی بات کی گئی تھی مگر ان ۱۴ ماہ میں نہ صرف کئی ہزار افراد کو بے روزگار کردیا گیا بلکہ ۴۰۰ کے قریب سرکاری محکموں کو پرائیویٹ کرنے کا اعلان کر کے لاکھوں ملازمین کو تشویش میں مبتلا کر دیا گیا۔ نوکریوں کے بارے میں ایک وفاقی وزیر نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ کوئی شخص خوش فہمی میں مبتلا نہ رہے، حکومت نوکریاں دینے کی بجائے پہلے ملازمین کو بھی فارغ کر رہی ہے۔

ان حالات میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے ایک سال کی شبانہ روز مساعی کے بعد پورے ملک سے اسلام آباد تک ایک آزادی مارچ کا اعلان کیا ہے۔

آزادی مارچ سے پہلے کئے گئے ملین مارچز میں حیرت انگیز طور پر لاکھوں افرد نے شرکت کی مگر اس سے بڑھ کر حیرت یہ ہے کہ قومی میڈیا نے عوام کی اتنی بڑی تعداد کو نظر انداز کر کے معمولی انداز میں ان خبروں کو کوریج دی۔ قومی میڈیا کے ساتھ تحریک انصاف نے بھی ان مارچز کو کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ ہی مولانا سے کوئی رابطہ کیا۔ اب انہوں نے پورے ملک میں ایسا ماحول بنا دیا ہے کہ جس میں سب نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے پیچھے چلنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

مولانا کے آزادی مارچ کے اعلان سے پہلے دانشمندی کا تقاضا یہ تھا کہ حکومت اپوزیشن کو مطمئن کرتی، الزامات کا جواب دیتی اور انتخابات کے موقع پر کئے گئے وعدوں کی تکمیل کے لئے عملی اقدام کرتی، اگر یہ ہو جاتا تو آج پورے ملک میں آزادی مارچ کے لئے اس قدر جوش وخروش نہ ہوتا۔ اب جس وقت پانی سر سے اونچا ہونے لگا ہے تو حکومت آزادی مارچ کو مختلف ہتھکنڈوں سے روکنے کی لاحاصل مشق میں مصروف ہے۔ بدحواسی کا یہ عالم ہے کہ بقول ’’بی بی سی‘‘ کبھی مولانا کی پریس کانفرنس چینلوں سے غائب ہو رہی ہے، کبھی میڈیا کو زبانی کہا جارہا ہے کہ مارچ اور دھرنے کی کوریج نہیں کرنی، کبھی جمعیت علماء اسلام کے نام سے دھرنے کے شرکاء کے لئے جعلی ہدایات تو کبھی آزادی مارچ کی حمایت میں جماعت احمدیہ (قادیانیوں) کا جعلی خط سامنے لایا جارہا ہے۔ نظم ونسق کا ذمہ دار وفاقی وزیر داخلہ کہہ رہا ہے کہ مولانا کا اسلام آباد آنا خود کشی کے برابر ہوگا، اور خیبر پختونخوا کا وزیر اعلیٰ کہہ رہا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ جمعیت کا جلوس اٹک کا پل کیسے پار کرتا ہے؟

مولانا کی سیاسی بصیرت اور غیر معمولی ذہانت وقوت فیصلہ کا اعتراف کرتے ہوئے بی بی سی کا کہنا ہے کہ: مولانا ایک کل وقتی سیاستدان اور ایک سو برس پرانی مذہبی سیاسی جماعت کے قائد ہیں، کچھ لوگ تو یہ تک کہتے ہیں کہ اس ملک میں فوج کے بعد اگر کسی کے پاس منظم طاقت ہے تو وہ مولانا ہیں، اسٹیبلشمنٹ کی طاقت کیا ہے اور کمزوری کیا، کس موقع پر سیاست کی کون سی کل سیدھی کی جانی چاہئے اور کسے مروڑنا چاہئے اور کتنا؟ غالباً موجودہ سیاسی قبیلے میں مولانا سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔

بخدا نہ تو یہ قصیدہ ہے، نہ تعلّی، نہ خوشامد اور نہ طنز، دل سے یقین رکھتا ہوں کہ مولانا اگر مذہبی سیاسی رہنما کی بجائے ماہر طبیعیات ہوتے تو بھی صف اول میں ہوتے، جرنیل ہوتے تو بنا جنگ کئے دشمن کو نہتا کر کے باندھ دیتے.... مولانا بذات خود پارلیمنٹ سے باہر ہیں، ۳۴۲ کی قومی اسمبلی میں ان کی جماعت کی ۱۶ سیٹیں ہیں اور ۱۰۴ سیٹوں کے ایوان بالا میں چار سینیٹرز ہیں، لیکن مولانا کی جماعت سے گنی چوگنی سیٹیں رکھنے والی پیپلز پارٹی اور نون لیگ تک چندیا کھجا رہے ہیں کہ مولانا کا چہرہ مسلسل اتنا پُرسکون اور باڈی لینگویج اتنی پُراعتماد کیوں ہے۔

(وسعت اللہ خان)

ہماری ناچیز رائے میں یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہئے کہ حاکم وقت اور اس کے سہولت کاروں کو جس جرأت وشجاعت سے مولانا نے قوم کے سامنے بے نقاب کیا ہے، یہ جرأت کوئی اور سیاسی لیڈر نہیں کر سکا۔

دوسری طرف وزیر اعظم نے مولانا کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا جواب دینے کی بجائے پستی فکر کا اظہار کرتے ہوئے ڈیزل، ڈیزل کہہ کر اپنے خوش عقیدہ کارکنوں کو بہلانے کی کوشش فرمائی ہے۔

بہرحال ہم جیسے ’’گوشہ نشین‘‘ سیاست کے نشیب وفراز‘‘ کو کیا سمجھیں گے، لیکن ایک حقیقت واضح ہے کہ مولانا کے آزادی مارچ کے اعلان کے بعد انہیں پی ٹی آئی کے عام کارکنوں سے لے کر وزیر اعظم تک جس تضحیک کا نشانہ بنایا گیا اور سرعام گالیاں دی گئی ہیں، اس سے مولانا کی اخلاقی برتری اور کامیابی واضح ہے۔

ہم دعا گو ہیں کہ خدا کرے مولانا کے احتجاجی مارچ کے نتیجے میں ملک کسی نئے بحران یا عدم استحکام کا شکار نہ ہو اور جو تبدیلی آئے وہ جمہوری، دستوری اور سیاسی راستے سے آئے اور اہل وطن کے لئے خوش آئند اور بابرکت ہو۔

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان، اداریہ، نومبر ۲۰۱۹ء)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عفو وکرم

کفارِ مکہ اکیس سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نام لیواؤں کو ستاتے رہے، ظلم وستم کا کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انہوں نے خدائے واحد کے پرستاروں پر نہ آزمایا ہو حتی کہ وہ گھر اور وطن تک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، لیکن جب مکہ فتح ہوا تو اسلام کے یہ بدترین دشمن مکمل طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم وکرم پر تھے، اور آپ ؐ کا ایک اشارہ ان سب کو خاک وخون میں ملا سکتا تھا، لیکن ہوا کیا؟

ان تمام جبارانِ قریش سے جو خوف اور ندامت سے سرنیچے ڈالے آپ ؐ کے سامنے کھڑے تھے، آپ ؐ نے پوچھا: ”تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟“

انہوں نے دبی زبان سے جواب دیا: ”اے صادق! اے امین! تم ہمارے شریف بھائی اور شریف برادرزادے ہو، ہم نے تمہیں ہمیشہ رحم دل پایا ہے۔“

آپ ؐ نے فرمایا: آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔“

فطرتِ سلیمہ:

آپ ؐ تمام احوال، اقوال وافعال میں کبائر سے اور محققین کے نزدیک صغائر سے بھی معصوم تھے اور آپ ؐ سے کسی قسم کی وعدہ خلافی یا حق سے اعراض کا صدور ممکن ہی نہ تھا، نہ قصداً نہ سہواً، نہ صحت میں، نہ مرض میں، نہ واقعی مراد لینے میں، نہ خوش طبعی میں، نہ خوشی میں نہ غضب میں۔

(نشر الطیب)

ایفائے عہد:

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ

جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اور مسلمانوں کو ایک ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور ابو سہیلؓ دو صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ہم مکہ سے آرہے تھے، راستے میں کفار نے ہم کو گرفتار کرلیا تھا اور اس شرط پر رہا کیا ہے کہ ہم لڑائی میں آپ ؐ کا ساتھ نہ دیں گے، لیکن یہ مجبوری کا عہد تھا، ہم ضرور کافروں کے خلاف لڑیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہرگز نہیں تم اپنا وعدہ پورا کرو اور لڑائی کے میدان سے واپس چلے جاؤ، ہم (مسلمان) ہر حال میں وعدہ پورا کریں گے، ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔“

(صحیح مسلم باب الوفاء بالعہد: ۲/۸۹، ۲/۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن ابی الحماء رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی کچھ رقم باقی رہ گئی، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لے کر حاضر ہوتا ہوں، پھر میں بھول گیا، تین دن کے بعد مجھے یاد آیا، میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ”تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“ (ابوداؤد نے اس کو روایت کیا) اس واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع اور ایفائے عہد کی انتہا ہے۔

(مدارج النبوۃ)

شجاعت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت، شجاعت، قوتِ مردمی اور مقابل پر غلبہ اور آپ ؐ نبوت کے قبل بھی اور بعد یعنی زمانہ نبوت میں بھی صاحب وجاہت تھے۔ (نشر الطیب)

غزوۂ حنین کے موقع پر کفار کے تیروں کی بوچھاڑ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک قسم کا ہیجان، پریشانی، تزلزل اور ڈگمگاہٹ پیدا ہوگئی تھی، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ فرمائی حالانکہ گھوڑے پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث آپ ؐ کے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑے تھے، کفار چاہتے تھے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کردیں، چنانچہ آپؐ گھوڑے سے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور زمین سے ایک مشت خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی تو کوئی کافر ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس خاک سے نہ بھر گئی ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ شعر پڑھے:

انا النبی لا کذب
انا ابن عبدالمطلب
میں نبی ہوں اس میں کذب نہیں
میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں

اس روز آپؐ سے زیادہ بہادر، شجاع اور دلیر کوئی نہ دیکھا گیا۔(مدارج النبوۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ دوسرے اخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ دیکھا اور ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو میدانِ جنگ میں آپؐ کے نزدیک رہتا جب کہ آپؐ دشمن کے قریب ہوتے تھے، کیونکہ اس صورت میں اس شخص کو بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا تھا۔''

(نشر الطیب)

سخاوت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اول تو تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے (کوئی بھی آپؐ کی سخاوت کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا) کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے، ایک دفعہ نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کی حالت میں آپؐ نے پہنی، اسی وقت ایک شخص نے مانگ لی، آپؐ نے مرحمت فرمادی، آپؐ قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا فرماتے تھے اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آ گیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جب تک وہ تقسیم نہ ہوجائے، گھر میں تشریف نہ لاتے تھے، بالخصوص رمضان المبارک کے مہینہ میں اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ماہ کی فیاضی بھی اس مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں جب بھی جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے اور آپ کو کلام اللہ سناتے، اس وقت آپؐ بھلائی اور نفع رسانی میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے۔'' (خصائل نبوی)

ترمذی کی حدیث سے نقل کیا گیا ہے کہ ''حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم جس کے تقریباً بیس ہزار روپے سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوریے پر ڈلوادیے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرادیے، ختم ہوجانے کے بعد ایک سائل آیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں رہا، تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے، جب میرے پاس ہوگا ادا کردوں گا۔''

(خصائل نبوی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپؐ نے فرمایا ہو میں نہیں دیتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز نہ اٹھا رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے خاص کر ماہِ رمضان میں تو بہت ہی سخی ہوجاتے تھے۔

(صحیح بخاری باب بدء الوحی)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے ابوذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے میرے پاس ایک اشرفی بھی بچ رہے، سوائے اس کے جو ادائے قرض کے لئے ہو، تو اے ابوذر! میں اس مال کو دونوں ہاتھوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں تقسیم کرکے اٹھوں گا۔''

(صحیح بخاری کتاب الاستقراض:۳۲۱)

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اشرفیاں تھیں، چار تو آپؐ نے خرچ کردیں اور دو آپؐ کے پاس بچ رہیں، ان کی وجہ سے آپ کو تمام رات نیند نہ آئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: معمولی بات ہے، صبح ان کو خیرات کردیجئے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حمیرا! (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے) کیا خبر ہے کہ میں صبح زندہ رہوں یا نہیں؟'' (مشکوٰۃ)

قناعت وتوکل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کے واسطے کسی چیز کا ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔

(شمائل ترمذی)

فائدہ:

یعنی جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے اس خیال سے کہ کل پھر ضرورت ہوگی، اس کو محفوظ نہ رکھتے تھے، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت درجہ توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے، وہ کل بھی عطا فرمائے گا، یہ صرف اپنی ذات کے لئے تھا، ورنہ ازواج کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا تھا، کہ وہ جس طرح چاہیں تصرف میں لائیں، چاہیں رکھیں یا تقسیم کریں، مگر وہ بھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک بار دو گونیں درہموں کی نذرانہ کے طور پر پیش کی گئیں، جن میں ایک لاکھ درہم سے زیادہ تھے۔ انہوں نے طباق منگوایا اور بھر بھر کر تقسیم کر دیئے، خود روزہ دار تھیں افطار کے وقت ایک روٹی اور زیتون کا تیل تھا، جس سے افطار فرمایا۔ باندی نے عرض کیا کہ ایک درہم کا اگر گوشت منگا لیتیں تو آج ہم اسی سے افطار کر لیتے۔ ارشاد فرمایا کہ اب طعن دینے سے کیا ہوسکتا ہے؟ اسی وقت یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی۔ (خصائل نبوی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ میرے لئے کوہِ احد سونا بن جائے اور پھر رات کو اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہے، بجز ایسے دینار کے جس کو کسی واجب مطالبہ کے لئے تھام لوں اور یہ بات آپ ؐ کے کمالِ سخاوت وجود وعطا کی دلیل ہے، چنانچہ اسی کمالِ سخاوت کے سبب آپ ؐ مقروض رہتے تھے۔ حتی کہ آپ ؐ نے جس وقت وفات پائی تو آپ ؐ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ (نشر الطیب)

انکسار طبعی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ؐ بروئے عادت سخت گو نہ تھے اور نہ بہ تکلف سخت گو بنتے تھے اور نہ بازاروں میں خلافِ وقار باتیں کرنے والے تھے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔ غایت حیاء سے آپ ؐ کی نگاہ کسی شخص کے چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی اور کسی نامناسب بات کا اگر کسی ضرورت سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو کنایہ میں فرماتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ؐ سب سے بڑھ کر دل کے کشادہ تھے، بات کے سچے تھے، طبیعت کے نرم تھے، معاشرت میں نہایت کریم تھے اور جو شخص آپ ؐ کی دعوت کرتا اس کی دعوت منظور فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے، اگرچہ (وہ ہدیہ یا طعام دعوت) گائے یا بکری کا پایہ ہی ہوتا۔

اور ہدیہ کا بدل بھی دیتے تھے اور دعوت غلام کی اور آزاد کی اور لونڈی کی اور غریب کی سب کی قبول فرما لیتے اور مدینہ کی انتہائے آبادی پر بھی اگر مریض ہوتا اس کی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے ابتداً مصافحہ فرماتے اور کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلاتے ہوئے نہیں دیکھے گئے، جس سے اوروں پر جگہ تنگ ہو جائے اور جو آپ ؐ کے پاس آتا اس کی خاطر کرتے اور بعض اوقات اپنا کپڑا اس کے بیٹھنے کے لئے بچھا دیتے اور گدا، تکیہ خود چھوڑ کر اس کو دے دیتے اور کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے اور تبسم فرمانے میں اور خوش مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے، جب تک کہ حالت نزول وحی یا وعظ یا خطبہ کی نہ ہوتی (کیونکہ ان حالتوں میں آپ ؐ کو ایک جوش ہوتا تھا) جس میں تبسم اور خوش مزاجی ظاہر نہ ہوتی تھی۔ (نشر الطیب)

دیانت وامانت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز فرمایا تو ساری قوم آپ ؐ کی دشمن بن گئی اور آپ کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن اس حالت میں بھی کوئی مشرک ایسا نہ تھا جو آپ ؐ کی دیانت وامانت پر شک کرتا ہو، بلکہ یہ لوگ اپنا روپیہ پیسہ وغیرہ لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھواتے تھے اور مکہ میں کسی دوسرے کو آپ ؐ سے بڑھ کر امین نہیں سمجھتے تھے، ہجرت کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیچھے چھوڑنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آئیں۔ (مدارج النبوۃ)

تواضع:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانو! میری تعریف حد سے زیادہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کی تعریف کی ہے، کیونکہ میں خدا کا بندہ ہوں، بس تم میری نسبت اتنا ہی کہہ سکتے ہو کہ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

(مدارج النبوۃ، زاد المعاد، شمائل ترمذی)

☆☆..................☆☆

اے رسولِ امیں ﷺ، خاتم المرسلیں ﷺ

اے رسولِ امیں، خاتم المرسلیںؐ، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب، اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب
دُودمانِ قریش کے دُرِّ ثمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

بزم کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولیں، سید ا لآخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا، اس زمیں میں ہوا، آسماں میں ہُوا
کیا عرب، کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

سدرۃ المنتہیٰ رہ گزر میں تری، قاب قوسین گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضو ترے سرمدی تاج کی، زُلف تاباں حسیں رات معراج کی
لیلۃ القدر تیری منور جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

مصطفیٰؐ مجتبیٰؐ تیری مدح و ثنا، میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں، لب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
شاہد عدل ہیں یہ ترے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نفیسؔ انفسِ دو جہاں، سرورِ دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ کشمیر اور عالمی سازشیں!

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

۱۸ر جون ۲۰۰۰ء کو دھیر کوٹ آزاد کشمیر کے مقامی صحافیوں کی تنظیم ”گروپ آف ایسوسی ایٹڈ جرنلسٹس“ نے ایک ہوٹل میں ”مسئلہ کشمیر اور عالمی سازشوں کا آغاز“ کے عنوان پر سیمینار کا اہتمام کیا جس میں آزاد جموں وکشمیر کے سابق وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان اور راقم الحروف کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی، جبکہ گروپ کے چیئرمین جناب عابد علی عابد اور سیکرٹری جناب محمد ندیم نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ گروپ کے منتظمین کی طرف سے شرکاء کو بتایا گیا کہ مسئلہ کشمیر نے مجاہدین کی قربانیوں کی وجہ سے کارگل کے معرکہ کے بعد پھر سے عالمی سطح پر ایک اہم ایشو کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اس کے ساتھ ہی مسئلہ کشمیر کو نقصان پہنچانے کے لئے کشمیری عوام کے خلاف بین الاقوامی سازشوں کا آغاز بھی ہوگیا ہے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ اس قسم کی فکری نشستوں کا اہتمام کیا جائے تاکہ مسئلہ کشمیر کی تازہ ترین صورتحال اور کشمیری عوام کے خلاف سازشوں سے ارباب علم ودانش اور عوام کی آگاہی کا سامان ہوتا رہے اور اسی مقصد کے لئے یہ سیمینار منعقد کیا گیا ہے۔ سردار محمد عبدالقیوم خان نے زیر بحث موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور بعد میں شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے جن میں سے زیادہ تر سوالات ان کے بعض متنازعہ بیانات کے بارے میں تھے، جبکہ اگلے روز سردار صاحب سے ان کے گھر غازی آباد میں ناشتے کی میز پر بھی مختلف امور پر بات چیت ہوئی۔ سردار عبدالقیوم خان موجودہ حالات کے تناظر میں مسئلہ کشمیر، عالمی سازشوں، جہاد اور بین الاقوامی سرگرمیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، اس کے بارے میں اگلے کالم میں کچھ گزارشات پیش کی جائیں گی، سردست ان معروضات کو قارئین کی نذر کیا جارہا ہے جو مذکورہ سیمینار میں راقم الحروف نے شرکاء کے گوش گزار کی ہیں۔

راقم الحروف نے اس سیمینار میں اظہار خیال کی دعوت دینے پر ”گروپ آف ایسوسی ایٹڈ جرنلسٹس دھیر کوٹ“ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا کہ کشمیری عوام اور خطۂ کشمیر کے خلاف عالمی سازشوں کے آغاز والی بات مجھے عجیب سی لگی ہے اس لئے کہ ان سازشوں کا آغاز آج نہیں ہوا بلکہ ان کا سلسلہ ایک طویل عرصہ سے جاری ہے بلکہ انہی سازشوں کے نتیجہ میں مسئلہ کشمیر پیدا ہوا اور اس مقام تک پہنچا ہے۔

کشمیر میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے اور یہاں صدیوں تک مسلم اقتدار قائم رہا ہے لیکن کشمیر کے مسلم تشخص کو نظر انداز کرتے ہوئے اس خطۂ جنت نظیر کو چند ٹکوں کے عوض ہندو ڈوگروں کے ہاتھوں بیچ دیا گیا جو کشمیری عوام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی۔

تقسیم ہند کے موقع پر نظریاتی، جغرافیائی، اور ثقافتی ہر لحاظ سے کشمیر کو پاکستان کا حصہ سمجھا جا رہا تھا لیکن تقسیم پنجاب کے فارمولا میں جان بوجھ کر گورداس پور کو بھارت کے حوالہ کرنے کا اہتمام کیا گیا جس کا مقصد انڈیا کو کشمیر تک زمینی راستہ فراہم کرنا اور اسے فوجی دخل اندازی کا موقع دینا تھا۔ اگر گورداس پور بھارت کے حصہ میں نہ جاتا تو کشمیر کا مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا لیکن انگریزوں نے سازش کرکے اس مسئلہ کو کھڑا کیا اور یہ سازش صرف کشمیری عوام کے خلاف نہیں تھی بلکہ پاکستان اور جنوبی ایشیا کے تمام لوگوں کے خلاف تھی جس کے ذریعہ اس خطہ کے ممالک کو آمنے سامنے کھڑا کرکے ان کے وسائل اور توانائیوں کو ترقی وخوشحالی میں صرف ہونے کی بجائے باہمی محاذ آرائی کی آگ میں نصف صدی سے جھونکا جارہا ہے۔

پھر یہ بھی کشمیری عوام کے خلاف سازش تھی جب ۱۹۸۴ء کی جنگ میں سیز فائر قبول کر کے مجاہدین کشمیر کو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا اور عالمی قوتوں اور برادری نے اس مسئلہ کو کشمیری عوام کے ہاتھ سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے بعد اسے دھیرے دھیرے سرد خانے میں ڈال دیا۔ عالمی برادری نے اس مسئلہ کو ہاتھ میں لے کر کشمیری عوام سے وعدہ کیا کہ یہ مسئلہ ان کی آزادانہ رائے کے ذریعہ حل کیا جائے گا مگر اس وعدہ کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر اقوام متحدہ یا عالمی برادری کشمیری عوام کو ان کا یہ مسلمہ حق دلوانے کے لئے ابھی تک سنجیدہ نہیں ہے۔

آج اگر کشمیر کا مسئلہ ایک بار پھر عالمی سطح پر اہم حیثیت اختیار کر گیا ہے تو اس کے پیچھے مجاہدین کشمیر کی عظیم قربانیاں، کم وبیش ستر ہزار شہداء کی جانوں کا نذرانہ اور جہاد کشمیر کی وہ صبر آزما جدوجہد ہے جس میں نہ صرف مجاہدین بلکہ مقبوضہ کشمیر کے عام کشمیری مسلمان بھی ایثار اور قربانی کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کر رہے ہیں۔ اس جہاد کا اصل سرچشمہ جہاد افغانستان ہے جس نے کشمیر، فلسطین، کسووو، بوسنیا، چیچنیا، صومالیہ، اری ٹیریا، مورو، اراکان اور دنیائے اسلام کے دیگر علاقوں کے حریت پسندوں کو ہتھیار پکڑنا اور ظالم وغاصب کفار کے مقابلہ میں صف آراء ہونا سکھایا ہے اور اسی کی کوکھ سے جہاد کشمیر نے بھی جنم لیا ہے جو آج پورے جنوبی ایشیا بلکہ دنیا بھر کی توجہات کو اپنی جانب مبذول کئے ہوئے ہے۔

عالمی فورم پر مسئلہ کشمیر کی اہمیت میں اضافہ کے لئے کارگل کے معرکہ اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے، مگر اس میں بنیادی کردار مجاہدین کشمیر کا ہے جو اپنی جانوں پر کھیل کر مسئلہ کشمیر کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور اس کی اہمیت میں مسلسل اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔

اس پس منظر میں بین الاقوامی سطح پر جو قوتیں اور ادارے مسئلہ کشمیر میں دلچسپی لے رہے ہیں اور اس کے حل کے لئے کسی نہ کسی درجہ میں متحرک نظر آتے ہیں ان کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱:... وہ ممالک جن کے مفادات اس مسئلہ کے ساتھ وابستہ ہیں، مثلاً امریکا، چین، وسطی وجنوبی ایشیا کے ممالک اور دیگر علاقائی قوتیں جو ظاہر ہے کہ اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کریں گی۔ ان کے مفادات میں ٹکراؤ بھی ہوگا اور یہ مفادات اور ان کا ٹکراؤ مسئلہ کشمیر کے حل پر اثر انداز بھی ہوگا۔

۲:... وہ قوتیں جو جہاد افغانستان کے عالمی اثرات بالخصوص دنیائے اسلام میں جہادی تحریکات کے آغاز اور اسلامی گروپوں کی بیداری سے پریشان ہیں اور اس میں اضافہ کو ہر قیمت پر روکنا چاہتی ہیں۔ ان قوتوں کی خواہش ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کو جہاد کے حوالہ سے الگ کر دیا جائے اور کشمیر کی اسلامی حیثیت اور مجاہدین کشمیر کی جدوجہد کے حوالے سے کاٹ کر مسئلہ کشمیر کو ایک علاقائی مسئلہ کے طور پر حل کیا جائے۔

۳:... کچھ ادارے اور گروپ مخلص بھی ہوں گے جو فی الواقع اس مسئلہ کو حل کر کے علاقائی کشیدگی کو کم کرنا چاہتے ہیں اور کشمیری عوام کے حقوق اور آزادی سے دلچسپی رکھتے ہیں، اس لئے ہمیں مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلہ میں بین الاقوامی طور پر متحرک سب گروپوں کو ایک ہی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے اور نہ ہی ہر ایک کی کوشش کو سازش تصور کر لینا چاہئے بلکہ ان کے پس منظر، دلچسپی کی وجوہ اور مقاصد وعزائم کا تجزیہ کر کے انہیں ڈیل کرنا چاہئے۔

البتہ مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں سازش، مفادات اور خیر خواہی کے عوامل میں فرق معلوم کرنے کے لئے ہمیں کوئی نہ کوئی حد فاصل اور اصول ضرور قائم کر لینا چاہئے اور میرے خیال میں اس سلسلہ میں دو نکتے کسوٹی کا کام دے سکتے ہیں اور انہیں بہرحال پیش نظر رکھنا چاہئے۔

۱:... جموں وکشمیر کی وحدت کا برقرار رہنا اس خطہ کے عوام کا تاریخی حق ہے، اس لئے جو فارمولا یا کوشش کشمیر کی وحدت کو ختم کرنے اور اس خطہ جنت نظیر کو تقسیم کرنے کے حوالہ سے ہو میرے نزدیک وہ کشمیری عوام کے خلاف سازش ہے اور ایسی ہر کوشش کو مسترد کرنا چاہئے۔

۲:... کشمیر کی اسلامی نظریاتی حیثیت ایک مسلمہ حقیقت ہے جسے جہاد کشمیر کے دوران لاکھوں کشمیری عوام کی مختلف النوع اور بے پناہ قربانیوں بالخصوص کم وبیش ستر ہزار شہداء کے خون نے اور زیادہ مستحکم کر دیا ہے، اس لئے جو فارمولا یا کوشش کشمیر کی اسلامی حیثیت کو ختم کرنے یا کمزور کرنے کی غرض سے سامنے آئے وہ بھی کشمیر اور کشمیری عوام کے خلاف سازش ہے اور اسے سازش کے طور پر ہی دیکھا جانا چاہئے۔

(روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۲۸ رجون ۲۰۰۰ء)

کراچی تا لاہور کامیاب ترین آزادی مارچ پر قائدین کو بھرپور مبارکباد

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے راہنماؤں مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا عبدالنعیم، مولانا جمیل الرحمن اختر، پیر رضوان نفیس، قاری علیم الدین شاکر، مولانا محبوب الحسن طاہر اور مولانا عبدالعزیز نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں جمیعت علماء اسلام کے کراچی تا لاہور کامیاب ترین آزادی مارچ پر قائدین کو بھرپور مبارکباد پیش کی ہے اور کہا ہے کہ امیر جمیعت علماء اسلام مولانا فضل الرحمن نے ختم نبوت وناموس رسالت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا۔ اس سے قبل بھی پاکستان بھر میں مولانا فضل الرحمن کے 15 فقیدالمثال تحفظ ناموس رسالت ملین مارچ تاریخ کا ایک روشن ترین باب ہیں۔ نیز رہبر کمیٹی کا اپنے مطالبات میں آئین کی اسلامی شقوں کو شامل کرنا خوش آئند ہے اور اس طرح مولانا فضل الرحمن کی قیادت میں آزادی مارچ مقاصد کے حصول اور اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے گامزن رہے گا۔

مقامِ رسالت اور ختم نبوت کا دفاع

بیان: مولانا محمد حنیف جالندھری

ختم نبوت کا معنی ومفہوم:

میں آپ کو مختصراً ختم نبوت کا مسئلہ سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ ختم نبوت کا ایک مشہور ومعروف معنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت مکمل ہوگئی یہ تکمیل نبوت ہے۔ اس کے لئے میں آپ کو صرف تین حوالے دیتا ہوں۔

پہلا حوالہ: جو میں نے خطبہ میں پڑھا عرفات کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ مائدہ کی آیت اتری: ''الیوم اکملت لکم دینکم ...الخ''... آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا... یہ تکمیل دین کا اعلان تورات، زبور، انجیل اور کسی نبی پر نازل ہونے والے کسی آسمانی صحیفے میں نہیں ہے۔ یہ اعلان صرف آپؐ پر نازل ہونے والے قرآن میں ہے اور یہی ختم نبوت کا مطلب ہے۔

قصرِ نبوت کی آخری اینٹ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

تکمیل نبوت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک نہایت خوبصورت محل ہو اور اس میں سب سے اوپر ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے اور جب میں آیا تو قصرِ نبوت میں میری نبوت کی اینٹ سب سے اونچی لگ گئی اور جب گھر مکمل ہو جائے تو پھر کسی اور اینٹ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اسی طرح نبوت بھی مکمل ہوگئی ہے اب کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔

تکمیل نبوت کی ایمان افروز دلیل، آسمان نبوت کے بدر کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

تیسرا حوالہ: تکمیل نبوت کا بڑا ایمان افروز حوالہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے اکثر لوگوں نے پہلے سے آپ کی زیارت نہیں کی ہوئی تھی تو جب مدینہ منورہ میں آپ کی سواری پہنچی تو مدینہ کے چھوٹے بچے اور بچیوں نے کہا: ''طلع البدر علینا من ثنیات الوداع'' آج مدینہ میں چودھویں کا چاند آگیا۔ یہ چھوٹے بچوں نے کہا، میں بطور طالب علم بڑا حیران تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان بچوں اور بچیوں کو کیا عقل اور ذہانت دی کہ انہوں نے آپ کو چاند سے تشبیہ دی، عربی زبان میں چاند کے لئے تین لفظ آتے ہیں: ہلال، قمر اور بدر، تو ان سب کا معنی چاند ہے، لیکن ان بچوں نے صرف ''طلع البدر علینا'' کیوں کہا؟ ہلال اور قمر کیوں نہیں کہا؟ غور کرنے سے جواب ملا کہ اگرچہ ان تینوں کا معنی چاند ہے لیکن ان تینوں میں فرق ہے، ''ہلال'' مہینہ کی پہلی تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں اور پہلی کے بعد دوسری تیسری تاریخ سے لے کر تیرھویں تک کے چاند کو ''قمر'' کہتے ہیں اور چودھویں کے

کیا دنیا کا کوئی مذہب کوئی معاشرہ کسی کی توہین کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ اگر برطانیہ اپنی تمام تر جمہوری آزادی کے باوجود ہائیڈ پارک لندن میں اپنی ملکہ کی توہین کی اجازت نہیں دے سکتا تو مسلمان اپنے پیغمبر کی توہین کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟

چاند کو ''بدر'' کہتے ہیں، ان چھوٹے بچوں کے ذہن میں ختم نبوت کا مسئلہ آ گیا اور انہوں نے ہمیں سمجھا دیا کہ جس طرح آسمان پر پہلی رات کا چاند آتا ہے اور نامکمل ہوتا ہے اس کی روشنی نامکمل ہوتی ہے آہستہ آہستہ روشنی بڑھتی ہے پھر وہ قمر بنتا ہے، اس کے بعد وہ بدر بنتا ہے، بدر پر روشنی کے سارے درجے مکمل ہوجاتے ہیں اور چودھویں رات میں چاند کی روشنی کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا، اسی طرح آسمان نبوت پر آدم علیہ السلام نبوت کا پہلی رات کا چاند بن کر آئے ہیں، ان سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آسمانِ نبوت پر نبوت کے قمر بن کر آئے، ان کی روشنیاں قیامت تک کے زمانے کے لئے نہیں تھیں، لیکن جب آمنہ کے لال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چمکے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکے تو جس طرح چودھویں رات کے چاند کے بعد روشنی کا کوئی درجہ نہیں، اسی طرح آسمان نبوت پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا کوئی درجہ باقی نہیں، نبوت مکمل ہوگئی اور قیامت تک نئی نبوت کی کوئی ضرورت نہیں، تو جب نبوت مکمل ہوگئی تو اب کسی اور کی کیا ضرورت ہے؟ یہ قیامت تک، ابدالآباد تک کے لئے نبی بن کر آئے ہیں۔

غازی علم الدینؒ کا عشق رسول:

اب میں اختصار کے ساتھ اپنی دوسری بات تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ ہمارا ایمان ہے، میں ایک ہی واقعہ نقل کرتا ہوں کہ ایک جلسہ میں، میں نے ثقہ حضرات سے سنا تھا کہ جب امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سن کر غازی علم الدین شہیدؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو قتل کیا تو اس پر مقدمہ چلا، غازی علم الدین کے وکیل نے انہیں کہا کہ جب جج تم سے پوچھے کہ تم نے اس گستاخ کو قتل کیا ہے؟ تو تم کہنا کہ میں نے جب قتل کیا تو جذبات سے اتنا مغلوب تھا کہ مجھے کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں، اگر اس طرح کہو گے تو امید ہے کہ پھانسی سے بچ جاؤ گے، عمر قید ہوجائے گی۔ غازی علم الدین نے کہا کہ وکیل صاحب! میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے کو پاگل نہیں بلکہ عاشق بن کر قتل کیا ہے، ہوش وحواس کے ہوتے ہوئے مارا ہے، مجھے تختہ دار سے مت ڈراؤ، ادھر پھانسی پر چڑھوں گا ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوجائے گی۔

امت محمدیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی خصوصی تاکید ربانی:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اعزاز بخشا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ نے کسی نبی کی امت سے براہِ راست خطاب نہیں کیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں، وہی ایمان والوں سے بھی کیں اور ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ اسی مرتبہ کی ہیں اور سب سے پہلے بات اللہ نے جو ہم سے کی ہے وہ یہ ہے، فرمایا:

''یاایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا۔''

یہ سب سے پہلا خطاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے کیا ہے، وہ آپ کی عزت اور غیرت کا ہے کہ جب یہودی آپ کو بلاتے تو ''راعنــا'' کہتے، اس کا معنی نعوذ باللہ ہمارے چرواہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''راعنــا'' کہتے، کہ آپ ہم پر مہربانی کیجئے، مگر شبہ پڑتا تھا کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں جو یہودی کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا لفظ بھی نہ بولو جس سے میرے پیغمبر کی شان میں کوئی بُرا پہلو نکلتا ہو تم ''راعنا'' نہ کہو بلکہ ''انظرنا'' کہا کرو کہ نظر کرم تو فرمائیے، یہ پہلا خطاب آپ کی عزت ناموس پر کیا گیا۔

اقلیتوں کے حقوق اور قادیانیوں کا مسئلہ:

ایک محترم وزیر نے اپنے خطاب میں قادیانیوں سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی تاکید کرتا ہے، میں کہتا ہوں اسلام بلاشبہ تحفظ کی تاکید کرتا ہے، آپؐ نے فرمایا: مسلمان ملکوں میں جو غیر مسلم رہتا ہوگا تو اس کی عزت اور مال وجان کو وہی تحفظ حاصل ہوگا جو مسلمان کو ہوگا، ہمارا اس پر ایمان اور یقین ہے، لیکن کیا قادیانی اپنے آپ کو اقلیت مانتے ہیں؟ کیا قادیانیوں نے پاکستان کی پارلیمنٹ اور اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو تسلیم کیا ہے؟ وہ اپنے آپ کو کافر، غیر مسلم اقلیت مانتے ہیں؟ وہ عالمی عدالت، ساؤتھ افریقہ کی عدالت کیپ ٹاؤن کی عدالت کے فیصلے کو مانتے ہیں؟ بالکل نہیں مانتے، وزیر صاحب ان کو اقلیت منوالیں ہم ان کو حقوق دینے کے لئے تیار ہیں۔ قادیانی باضابطہ طور پر یہ اعلان کریں کہ آج کے بعد ہم اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہیں گے، ہم اپنے آپ کے لئے اسلام کا لفظ استعمال نہیں کریں گے، ہم کافر غیر مسلم اقلیت ہیں، آپ ان سے یہ کام کروالیں، پاکستان کے علماء بلکہ دنیا بھر کے علماء ان کو اقلیتوں کے حقوق دینے کے لئے تیار ہیں،

مرزائی قوم کا معاملہ عام کفار جیسا نہیں ہے، یاد رکھیں کہ ”مرزائی“ ہندو سکھ اور یہودی کی طرح کافر نہیں، کیونکہ ہندو، سکھ اور عیسائی وغیرہ اپنے آپ کے لئے اسلام کا لفظ استعمال نہیں کرتے مگر قادیانی کافر ہو کر بھی اپنے آپ کے لئے اسلام اور مسلمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں، لہٰذا باقی صرف کافر ہیں اور یہ کافر ہونے کے ساتھ ساتھ زندیق اور ملحد ہیں، جو شخص پہلے مسلمان تھا پھر نعوذ باللہ گمراہی اختیار کی اور قادیانی ہو گیا وہ مرتد ہو گیا وہ اقلیت اور عام کافر نہیں ہے، بلکہ مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من بدل دینا فاقتلوہ “ کہ جس نے دین بدلا اس کو قتل کر دو...ان کی اولاد اور پیدائشی قادیانی زندیق اور ملحد ہیں، ان کی سزا بھی قتل ہے اور آج میں اس ذمہ دار اسٹیج سے مطالبہ کرتا ہوں، پاکستان کی حکومت، پارلیمنٹ کے ممبران اپنا یہ فرض بھی ادا کریں کہ وہ مرتد کی شرعی سزا کی نفاذ کا قانون بھی پاس کرائیں اور میں وزیر صاحب کو کہوں گا کہ جس طرح آپ کی پارٹی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے لیڈر ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت جمہوری آئینی طریقے سے قرار دیا گیا ہے، اسی طرح آج آپ کی پارٹی یہ اعزاز بھی حاصل کرے کہ وہ مرتد کی شرعی سزا کے نفاذ کا بھی اعلان کرے۔ پوری پاکستانی مسلم قوم آپ کے ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کو بھی سراہتی ہے اور آپ کے اس فیصلہ کو بھی آئندہ نسلیں سراہتی رہیں گی۔ آج بہت سے نام نہاد دانشور بکاؤ قلم کار اس فیصلہ کو بھی مشکوک اور متنازع بنا کر پیش کر رہے ہیں، میں ان کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں خواہ وہ کسی چھوٹے یا بڑے اخبار سے تعلق رکھتے ہوں کہ وہ ہمارے ایمانی جذبات سے مت کھیلیں۔ اگر کوئی اس فیصلے کو مشکوک بنائے گا تو ہم اس کو قادیانیوں کا ایجنٹ سمجھیں گے اور یاد رکھیں کوئی حکومت اس فیصلے کو بدلنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

سابق صدر پاکستان کی وضاحت:

الحمدللہ! مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ پرویز مشرف کے ابتدائی دور میں اسلام آباد کے اندر ۱۲ ربیع الاول کو سرکاری سطح پر قومی سیرت کانفرنس میں پرویز مشرف کے خطاب کے فوراً بعد جب کہ وہ ابھی اسٹیج سے اترا بھی نہیں تھا، میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ جناب صدر! آپ کو آج دو باتوں کی وضاحت کرنا ہوگی:

(۱) کیا آپ قادیانی ہیں، آپ کے بارے میں شہرت یہی ہے کہ آپ قادیانی ہیں تو کیا آپ ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں؟

(۲) آپ نے سپریم کورٹ کی اجازت دینے پر کہا ہے کہ میں آئین میں ترمیم کروں گا، کیا آپ کا ارادہ اس ترمیم سے اس قانون کو ختم کرنے یا اسے کمزور کرنے کا تو نہیں ہے، جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا؟

اس نے جواب دیتے ہوئے کہا (دل کا حال اللہ جانتا ہے) مولانا! میں اللہ کے فضل سے ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں، دوسری بات کے حوالے سے کہا کہ میں تو کیا کوئی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ پاکستان کے قانون سے قادیانیوں کو کافر قرار دینے والی شق نکال دے، آپ اس حوالے سے مطمئن رہیں۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں اگر قادیانی خود کو اقلیت مان لیں تو ان کو ہم حقوق دلوا دیں گے، قادیانی دراصل مرتد اور زندیق ہیں ارتداد کی شرعی سزا قتل ہے یہ اس قانون کا آئینی اور منطقی تقاضا ہے، لہٰذا میں وزیر صاحب اور تمام ممبران پارلیمنٹ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پاکستان کی اسمبلی سے ارتداد کی شرعی سزا کا قانون پاس کروائیں۔

تحفظ ناموس رسالت قانون کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا اور اس کا جواب:

دوسری بات تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج کی دنیا کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ اس قانون کی وجہ سے پاکستان کی اقلیتیں غیر محفوظ ہوگئی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی گستاخی کی سزا قتل ہے۔ قرآن و سنت کے دلائل موجود ہیں، سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا، اگر ابوبکر صدیقؓ نے ختم نبوت کا پرچار کیا تھا تو منکرین ختم نبوت کا سر بھی قلم کیا تھا۔ یہ دونوں چیزیں تاریخ میں ہمیشہ ساتھ ساتھ چلی ہیں، یہاں بھی یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہونی چاہئیں، مگر اکٹھی نہیں ہوئیں، یہ حکومت کا کام ہے، ہم قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہتے، کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے اقلیتیں غیر محفوظ ہوگئی ہیں کہ ذاتی جھگڑا ہوتا ہے اور عیسائی پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور جذباتی لوگ اس کو قتل کر دیتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ آج تک اس قانون کے خلاف کسی پاکستانی، ہندو، سکھ وغیرہ نے آواز نہیں اٹھائی اس کے خلاف اگر آواز اٹھائی ہے تو قادیانیوں اور عیسائیوں نے آواز اٹھائی ہے اور عیسائیوں کو بھی قادیانیوں نے استعمال کیا ہے، کیونکہ قادیانی بطور عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔ میں حکمرانوں

سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ اس بنیاد پر اس قانون کو ختم کرنا چاہتے ہیں کہ اقلیتیں غیر محفوظ ہوگئی ہیں تو یہ بات غلط ہے اس لئے کہ اقلیت صرف عیسائی نہیں بلکہ ہندو، سکھ بھی ہیں جبکہ ان کو خطرہ نہیں ہے تو پھر عیسائیوں کو کیوں خطرہ ہے؟ یہ ایک پروپیگنڈا ہے پھر یہ قانون انگریز کے دور میں بھی موجود تھا صرف سزا میں اضافہ ہوا۔ اور تیسری بات یہ پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا کا کوئی مذہب کوئی معاشرہ کسی کی توہین کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ اگر برطانیہ اپنی تمام تر جمہوری آزادی کے باوجود ہائیڈ پارک لندن میں اپنی ملکہ کی توہین کی اجازت نہیں دے سکتا تو مسلمان اپنے پیغمبر کی توہین کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ جبکہ اس کی نسبت ہی کوئی نہیں۔ اس قانون کو ختم یا غیر موثر کرنا گویا پاکستان میں توہین رسالت کا دروازہ کھولنا ہے، اس قانون کو ختم کرنے کی باتیں کرنا گویا پاکستان میں لاقانونیت کو فروغ دینا ہے، کیوں؟ اگر گورنمنٹ اس قانون کو ختم بھی کردے تو کوئی مسلمان یہ برداشت نہیں کرے گا کہ گستاخ رسول زندہ رہے، آپ اس کے لئے لاقانونیت کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں کہ لوگ خود فیصلے کرنے لگ جائیں اور کہا جاتا ہے کہ اس قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے، ذاتی دشمنی ہوتی ہے اور الزام لگایا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے لہٰذا قانون ہی ختم کردیا جائے۔

باشعور مسلمانو! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قانون کے غلط استعمال سے قانون غلط ہوجاتا ہے؟ قانون کا غلط ہونا اور بات ہے اور قانون کا غلط استعمال اور بات ہے، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں ۳۰۲ جس کی سزا قتل ہے تو ۳۰۲ کا قانون غلط استعمال ہوتا ہے یا نہیں؟ قتل کسی نے کیا پرچہ کسی کے خلاف ہوتا ہے؟ تھانے میں دیکھا جائے تو ۳۰۲ کا روزانہ غلط استعمال ہوتا ہے، اگر اس کو اکٹھا کریں تو دفتروں کے دفتر بھی بھر جائیں تو لاکھوں لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں، اس کے مقابلے میں توہین رسالت کے قانون کا غلط استعمال تو برائے نام ہوگا، کیا پھر ۳۰۲ کے قانون کو ختم کردیا جائے؟ اس کے بارے میں کسی نے آواز اٹھائی ہے؟ اس لئے اس قانون کو ختم کرنے کی باتیں مت کرو۔ میں نے سارے لیڈروں سے بات کی ہے، ان سے کہا ہے آؤ بیٹھو! ہمارے ساتھ بات کرو، تم بتاؤ کیا تم ہمارے پیغمبرؑ کے توہین کرنے کو اپنا عقیدہ سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم توہین بالکل نہیں کرنا چاہتے، میں نے کہ: اس کے خلاف آواز کیوں اٹھاتے ہو؟ کہ: اس کا غلط استعمال ہے، میں نے کہا: پہلے یہ مانو، قانون صحیح ہے پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر مشورہ کرتے ہیں کہ اس کا غلط استعمال کیسے روکا جائے، میں ان کے نام بتا سکتا ہوں جن مسیحی رہنماؤں نے میرے ساتھ اور کئی دیگر علماء کے ساتھ یہ بات طے کی ہے کہ ہم واقعتاً مانتے ہیں کہ قانون صحیح ہے، قانون رہنا چاہئے۔ ہم اس قانون کے قطعاً خلاف نہیں پھر حکومت پنجاب کی ذمہ دار شخصیت اور بعض تنظیموں کے سربراہ اس قانون کے حوالے سے متنازع بیان بازی کیوں کررہے ہیں؟ یہ بھول ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو ختم کردیا جائے گا، ختم کرنے والے ختم ہوجائیں گے، اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ یہ قانون صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر نہیں ہے بلکہ تقریباً ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا بھی قانون ہے۔

☆☆......☆☆

انتقالِ پُر ملال

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم، قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا علیم الدین شاکر، پیر رضوان نفیس، مولانا محبوب الحسن طاہر، مولانا عبدالعزیز، مولانا سید ضیاء الحسن شاہ نے ملک عزیز کے نامور خطیب و مبلغ خطیب یورپ و ایشیا مولانا عبدالحمید وٹو رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال پر اظہار تعزیت کی اور ان کے اس سانحہ ارتحال پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ان کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ انہوں نے اپنی خطابت کے ذریعے عقیدۂ توحید، عقیدۂ ختم نبوت اور شان صحابہ و اہلبیتؓ اور شان اولیاء اللہؒ کا پرچار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کا دامن نہیں چھوڑا۔ مولانا عبدالحمید وٹو کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم خطیب اور مایہ ناز مبلغ سے محروم ہوگیا ہے، انہوں نے ساری زندگی دین اسلام کی خدمت اور دعوت تبلیغ میں گزاری، دین اسلام کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ علماء کرام نے کہا کہ مولانا عبدالحمید وٹو مرحوم نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر چناب نگر سمیت ملک بھر میں تحفظ ختم نبوت کانفرنسز میں شریک ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے، ان کے درجات بلند کرے، حسنات کو قبول کرے، سیئات سے درگزر کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

چند منافع بخش اسکیموں کے شرعی احکام

حضرت مولانا اشتیاق احمد قاسمی مدظلہ

انسانی ہمدردی کے پیش نظر سرکار مختلف اسکیمیں جاری کرتی ہے، ان کا مقصد پس ماندہ طبقات کواوپر اٹھانا ہوتا ہے، ان کے ذریعے تعلیم، صحت، علاج، مکان، تجارت اور زراعت وغیرہ میں عام آدمی کو فائدہ ہوتا ہے، بینک اور غیر سرکاری کمپنیاں بھی اس میدان میں سرگرم نظر آتی ہیں، اُن میں بعض صورتیں جائز اور اختیار کرنے کے لائق ہوتی ہیں؛ جب کہ بعض صورتوں سے احتراز کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ذیل میں چند صورتیں اوران کے شرعی احکام لکھے جاتے ہیں۔

بچیوں کی پیدائش پر حکومت کی تعاون اسکیم:

ہمارے ملک کے اکثر حصوں میں لڑکی کی شادی میں بڑے خرچے ہوتے ہیں، بعض علاقے میں دینے کا شوق اور بعض میں کھل کر یا دبی زبان سے مانگنے کا رواج ہے، اس طرح بچی کی شادی کو گراں باری کا سبب سمجھا جاتا ہے، اسی وجہ سے ہزاروں بچیاں بلا نکاح بڑھاپے کو پہنچ جاتی ہیں اور بہت سی بچیوں کو پیدا ہونے سے پہلے ہی شکم میں قتل کردیا جاتا ہے؛ جب کہ بہت سی بچیاں خودکشی کا اقدام کربیٹھتی ہیں اور بعض مرتد ہوکر غیر مسلم سے نکاح کرلیتی ہیں۔

غرض یہ کہ انھیں صورت حال کے پیش نظر حکومت نے تعاون کی ایک اسکیم بنائی ہے کہ بچیوں کی ولادت کے بعد متعلقہ محکمہ سے فارم کی خانہ پوری کی جاتی ہے، پھر حکومت اس بچی کے نام پر بینک میں دس ہزار روپے جمع کرتی ہے اور پندرہ سال بعد کھاتے میں ایک لاکھ روپے جمع کردیے جاتے ہیں، شروع میں یا درمیان میں بچی یا اس کے والدین کی طرف سے کچھ جمع نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی اس مدت میں کوئی اس کھاتے سے رقم نکال سکتا ہے، یہ اسکیم بہت اچھی ہے مسلمانوں کو بھی اس سے استفادہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ اس لئے کہ ابتدائی دس ہزار پر بچی کی ملکیت تام نہیں ہوتی؛ اس لئے اس پر اضافہ کو سود نہیں کہا جاسکتا سود کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، یہ عطیہ اور ہبہ ہے، پوری رقم سرکاری تعاون ہے، اس سے استفادہ جائز ہے۔ اس کی نظیر پراوی ڈنٹ فنڈ ہے کہ اس پر ملنے والا اضافہ تنخواہ کا حصہ بن کر تعاون اور ہبہ کے زمرے میں آتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی محمودیہ ۱۶/۲۹۳ ذابھیل، رحمیہ ۵/۱۵۱، احسن الفتاوی ۷/۵۳)

تعاون کی ایک شکل یہ ہے کہ بچی کی ولادت کے بعد اس کے نام پر بینک میں کھاتا کھول کر ہر ماہ متعین رقم جمع کی جاتی ہے، پھر جب لڑکی اٹھارہ سال کی ہوتی ہے تو جمع شدہ رقم کی تین گنی مقدار حکومت کی طرف سے اس کے کھاتے میں جمع کردی جاتی ہے، مثلاً دو لاکھ ہو تو چھ لاکھ حکومت جمع کراتی ہے۔ یہ تعاون کی شکل ہے، مگر ناجائز ہے؛ اس لئے کہ اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے، نقد پر اضافہ مل رہا ہے۔

بے روزگار نوجوانوں کے لئے تعاون اسکیم:

آج بہت سے نوجوان پڑھ لکھ کر بے کار بیٹھے ہیں، ان کو کوئی نوکری نہیں ملتی، ایسے افراد کے لئے حکومت کی طرف سے تعاون کی ایک شکل یہ اپنائی جاتی ہے کہ حکومت طلب گار کو حسب شرائط ایک لاکھ روپے دیتی ہے، جس میں اسی ہزار روپے تعاون کے طور پر دیے جاتے ہیں، اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں ہوتا؛ البتہ بیس ہزار روپے بہ طور قرض ہوتے ہیں، اس کی واپسی میں جتنی تاخیر ہوگی اتنی ہی سود بڑھے گی۔

مسلمانوں کو اولاً تو سود میں کسی طرح سے پڑنا نہیں چاہئے؛ اس لئے کہ ایسے معاملات میں برکت نہیں ہوتی، سودی ادارے ہرا باغ دکھا کر کہیں نہ کہیں ضرور اپنا فائدہ مقدم کرلیتے ہیں۔

پھر بھی اگر کوئی نوجوان اس اسکیم سے فائدہ اٹھانا چاہے تو کراہت کے ساتھ اٹھا سکتا ہے، وہ کوشش کرے کہ سود دینے کی نوبت نہ آئے، اگر نوبت آجائے تو بیس ہزار پر آنے والا سود اسی ہزار سے آگے نہ بڑھے، جب تک اسی کے اندر اندر

رہے گا اس پر شرعی سود کی تعریف صادق نہیں آئے گی، اگر چہ حکومت اسے سود کہے؛ اس لئے کہ بیس ہزار ایک لاکھ کا حصہ ہی تھا دونوں کا معاملہ ایک ہے۔

اگر کوئی نوجوان اس سے استفادہ کرتا ہے تو اس کو اس وقت تک جائز کہا جائے گا جب تک کہ بیس پر سود کا اضافہ اسّی ہزار کے اندر اندر رہے، حضرت الاستاذ مفتی محمد نظام الدین اعظمیؒ نے ''منتخبات نظام الفتاویٰ'' (۳۸۱/۳) میں اسی انداز کی بات لکھی ہے اور مفتی احمد خان پوری مدظلہ العالی نے بھی محمود الفتاویٰ (۳۳/۲) میں اس کی تائید فرمائی ہے۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے قرض اسکیم:

تعلیم کے فروغ کے لئے حکومت بینک سے طالب علم کو قرض دلاتی ہے، دورانِ طالب علمی اس پر عائد ہونے والا سود حکومت خود ادا کرتی ہے، طالب علم کو ادا نہیں کرنا پڑتا؛ البتہ تعلیم کی تکمیل کے بعد اگر طالب علم قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو اس کو اصل قرض پر سود دینا پڑتا ہے۔

اس اسکیم سے بھی مسلم طلبا کو دور رہنا چاہئے، اس لئے کہ سود میں یہ بھی داخل ہے اور اگر کوئی طالب علم یہ قرض لے لے تو تعلیم کی تکمیل کے بعد بلا تاخیر اس کو ادا کر دے، تاکہ سود دینے کی نوبت نہ آئے۔ سود کی حرمت قرآن پاک میں واضح ہے۔

تعلیم کے فروغ کیلئے بینک کی تعاون اسکیم:

اَکسز بینک (Bank Axis) نے تعلیم کے فروغ کا ہرا باغ دکھا کر ایک تعاون اسکیم جاری کیا ہے کہ بچے کے والد یا سرپرستان پانچ سال تک سالانہ ایک لاکھ روپے جمع کریں، پانچ لاکھ جمع کر کے بے فکر ہو جائیں، اس سے غیر متعین نفع ملتا رہے گا۔ یعنی نفع کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی؛ لیکن نقصان نہیں ہوگا۔

یہ اسکیم بھی بینک نے اپنے فائدے میں جاری کیا ہے، پانچ لاکھ روپے سے وہ منافع حاصل کرتا رہے گا، اس میں سے تھوڑا اس غریب کو بھی دے گا، اس کی بجائے اگر یہ آدمی اپنی رقم کسی اور تجارت میں لگائے تو بھی اس کو اچھے خاصے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں، بینک کی یہ شکل قرض سے نفع حاصل کرنے کی شکل ہے، مضاربت نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں نقصان کا ذکر نہیں ہے۔ قرض سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ (اعلاء السنن ۸۹۴/۱۴)

مویشی پالن اسکیم:

سرکار مویشیوں کو خریدنے کے لئے کسی شخص کو مدد کی غرض سے ایک خطیر رقم مثلاً دس لاکھ روپے دیتی ہے، اس میں سے صرف آدھی رقم یعنی پانچ لاکھ روپے سود کے ساتھ واپس لیتی ہے، اگر کوئی جانور مر جاتا ہے تو بتانے پر اس کی خرید میں صرف ہوئی رقم دوبارہ دیتی ہے۔ یہ اسکیم بہت اچھی اور جائز حد کے اندر ہے، یہ معاملہ قرض معاف کرنے کے قبیل سے ہے، مبسوطِ سرخسی میں ہے:

''اذا اقرض الرجلُ الرجلَ الدراهم ثم صالحه منها علی اقل من وزنها فهو جائز۔'' (مبسوط سرخسی ۸۳/۱۴)

پانچ لاکھ کی واپسی میں اگر سود دینے کی نوبت آئے اور وہ کل قرض (دس لاکھ) سے آگے نہ بڑھے تو بھی معاملہ حرام نہیں ہوگا۔ جیسا کہ بے روزگار نوجوانوں کے تعاون والی صورت میں بتایا جا چکا ہے۔

''ڈرا بیک'' پالیسی:

ملکی مصنوعات کو غیر ملک بھیجنے کو ایکسپورٹ (برآمد) کہا جاتا ہے۔ سرکار ہر مصنوع کے ایکسپورٹ پر الگ الگ فیصد کے حساب سے ''ڈرا بیک'' (واپسی اضافی رقم) دیتی ہے، جیسے ایک تاجر نے پیاز ایکسپورٹ کیا تو سرکار اس تاجر کو پیاز کی قیمت کا تین فیصد اپنی طرف سے حوصلہ افزائی کے لئے دیتی ہے۔ اس پالیسی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، یہ حکومت کا انعام کہا جائے گا۔ ملکی معیشت کے فروغ کے لئے حکومت یہ اقدام کرتی ہے۔

''ڈیبٹ کارڈ'' استعمال کرنے پر منافع اسکیم:

بعض بینک اپنے صارفین کو ڈیبٹ کارڈ استعمال کر کے خریداری کرنے پر پانچ فیصد نقد واپس کرتی ہے، یہی کارڈ اگر پلین کے اندر یا ایئرپورٹ پر استعمال کیا جائے تو بیس فیصد نقد واپس کرتی ہے، مثلاً سو روپے کا سامان خریدا تو اسی روپے ہی صرف ہوتے ہیں۔ بیس روپے واپس آ جاتے ہیں۔

اس کے لینے میں بھی حرج نہیں، اس لئے کہ بینک کو اس کمپنی کی طرف سے جس کا سامان خریدا گیا ہے نفع حاصل ہوتا ہے، اسی نفع میں سے صارفین کو کچھ فیصد دیتا ہے، اس کو حوصلہ افزائی کی تدبیر اور انعام کہا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ بات الگ ہے کہ اگر مجبوری نہ ہو تو اس کارڈ کو خرید کے لئے استعمال نہ کیا جائے، اس لئے کہ یہ سودی نظام کے فروغ و استحکام کا حصہ ہے۔

☆☆..................☆☆

اسبابِ طلاق.....چند غور طلب پہلو

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

نکاح مرد وزن کے درمیان جائز تعلقات کی استواری کا وہ واحد ذریعہ ہے، جس پر نسل و نسب کی حفاظت موقوف ہے۔ نکاح کوئی وقتی اور عارضی رشتہ نہیں، بلکہ ایک پائیدار معاہدہ ہے، جس کے ان گنت منافع قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً نکاح کے بعد زوجین عفت و پاک دامنی والی زندگی گزارتے ہیں، بدنگاہی و زناکاری جیسے کبیرہ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں، جنسی تسکین کے ساتھ ساتھ ذہنی وقلبی اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ پھر اسی نکاح کے ذریعہ نیک و صالح اولاد وجود میں آتی ہے جو والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ثابت ہوتی ہے وغیرہ۔

نکاح کی اسی اہمیت کے پیش نظر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ صرف اپنی سنت قرار دیا، بل کہ پچھلے تمام انبیاء کی سنت بتلایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ نکاح تکمیلِ ایمان کا سبب ہے اور شرم گاہ کی حفاظت، جنت کی ضمانت ہے۔ اس کے برعکس طلاق کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ترین مباحات میں سے ہے۔ (نسائی)

حکیم الامتؒ اس حدیث کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں: ’’طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے، اس لئے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کے لئے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، جہاں تک ہو سکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہئے اور پیار و محبت سے رہنا چاہئے۔‘‘ (بہشتی زیور) یہی وجہ ہے کہ نزاع و اختلاف اور نشوز و نافرمانی کی صورت میں زوجین کے درمیان مصالحت و مفاہمت ہی شریعت مطہرہ کی اولین ترجیح اور اہم ترین مطلوب ہے۔

موجودہ حالات میں جب کہ تین طلاق کا قانون (بھارت میں) نافذ ہو چکا ہے اور زیر التوا کئی ایک مقدموں کے علاوہ طلاق کے تازہ ترین واقعات بھی مسلسل رونما ہوتے جا رہے ہیں، اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ صرف مذمتی بیانات اور وقتی جوش وخروش کے بجائے طلاق کی اصل بنیاد اور اس کے اسباب و وجوہ پر روشنی ڈالی جائے، تاکہ اجتماعی طور پر ہمیں غور وفکر کا موقع ملے اور ٹھوس لائحہ عمل کے ساتھ ہم میدان عمل میں اتر سکیں۔

عاقدین سے رائے مشورہ طلب کرنے میں کوتاہی:

نکاح کے معاملہ میں شریعت نے مرد و عورت کو پسند اور ناپسند کا پورا اختیار دیا ہے۔ پھر جہاں ایک طرف اس حساس و نازک مسئلہ میں والدین کو بے جا اصرار وسختی سے منع کیا ہے۔ وہیں دوسری طرف لڑکے اور لڑکی کو بھی ترغیب دی ہے کہ وہ والدین کی اجازت واعتماد کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ اس معتدل تعلیم کے برعکس ہمارے معاشرے میں بہت سے گھرانے ایسے ہیں جہاں والدین اور دیگر قریبی رشتہ دار ہی لڑکے یا لڑکی کو پسند کرنے میں نہ صرف کلیدی، بلکہ کلی اختیار رکھتے ہیں اور اصل عاقدین سے استصواب اور مشاورت بھی ضروری نہیں سمجھتے یا برائے نام سرسری ذکر پر اکتفا کرتے ہیں یا پھر بچپن میں کئے گئے اپنے معاہدے کی دہائی دیتے ہیں، جس کا بعد میں چل کر بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور اختلاف و ناچاقی کے بعد طلاق تک کی نوبت آ جاتی ہے۔

ایسے مواقع پر تو شریعت مطہرہ نے ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے، بل کہ اس عمل کو زوجین کے درمیان موافقت وہم آہنگی کا سبب بتلایا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے نفی میں

جواب دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: جاؤ! اسے جاکر دیکھو کیونکہ ایسا کرنا تم دونوں کے مابین زیادہ استقرار کا باعث بنے گا۔ایک روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ انھوں نے ایسا ہی کیا،راوی کہتے ہیں کہ اس سے شادی کرلی اوراس عورت کی موافقت کا بھی ذکر کیا۔(ابن ماجہ،سنن دار قطنی)

معلوم ہوا کہ اولیاء وسرپرستان لڑکے اور لڑکی کی پسند کا خیال کرتے ہوئے ان کے اطمینان کے بعد ہی بات کوآگے بڑھائیں ورنہ جلدبازی میں لیا گیا ایک فیصلہ پورا گھر اور خاندان اجاڑسکتا ہے۔

حیثیت وکفایت کی عدم رعایت:

شادی بیاہ کے موقع پر باہمی یگانگت، برابری اور کفو کا بھی شریعت نے اعتبار کیا ہے، کیونکہ میاں بیوی کے درمیان فکر و خیال، معاشرت، طرز رہائش اور دینداری وغیرہ میں یکسانیت یا قربت ہونے کی صورت میں اس کی زیادہ امید ہوتی ہے کہ دونوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے اور رشتۂ نکاح مستحکم ہو۔ بے جوڑ نکاح عموماً ناکام رہتے ہیں اور اس ناکامی کے برے اثرات ان دونوں تک محدود نہیں رہتے، بلکہ ہنستے بولتے کئی گھرانے متاثر ہوجاتے ہیں، اس لئے احکام نکاح میں شریعت نے کفو کی رعایت کی ہے۔

احناف کے نزدیک نکاح میں کفو کا اعتبار نسب،نسل، اسلام،آزادی،مال ودولت،دیانت اور پیشہ میں ہے۔(فتاوی عالمگیری) یعنی زوجین کے درمیان ذات برادری، دینداری، مالداری، آزادی اور پیشہ وغیرہ میں یکسانیت ہونی چاہئے، تاکہ نکاح کا مقصد پورا ہوسکے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم صرف کفو والی عورتوں سے نکاح کرو۔“(دار قطنی)

اس وقت نکاح کے لئے طرفین کی جانب سے اونچے گھر، مال و جائیداد کی کثرت اور دیگر دنیوی ساز وسامان کو معیار بنالیا گیا، جبکہ آپ ؐ نے دین داری اوراچھے اخلاق کومعیار بنانے کا حکم دیا۔

والدین یا سرپرستوں کا ناروا تسلط:

اللہ رب العزت نے آسمانوں پر سب سے پہلا رشتہ شوہر و بیوی کا بنایا پھر ان کے درمیان اپنی جانب سے محبت ومودت ڈال دی اوراس کوقدرت کی ایک بڑی نشانی قرار دیا، یہی وجہ ہے کہ عام طور پر زوجین کے درمیان نزاع و اختلاف اسی وقت دیکھنے میں آتا ہے جب کوئی تیسرا شخص درمیان میں دخل اندازی کرتا ہے یا زبان درازی اور چغل خوری کے ذریعہ معاملہ کو خراب کرنے لگتا ہے۔

جوائنٹ فیملی میں بہ کثرت ایسا ہوتا ہے کہ باضابطہ خوف وہراس کا ماحول بنایا جاتا ہے، میاں بیوی کے جائز جذبات واحساسات کو یکسر نظرانداز کردیا جاتا ہے اور خاندانی روایات کی پیروی کو شریعت سے بھی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زوجین میں اتحاد باقی نہیں رہتا، شوہر یک طرفہ اپنے والدین کی سنتا ہے تو بیوی ناراض ہوجاتی ہے اورصرف بیوی کی سنتا ہے تو والدین کا نافرمان قرار پاتا ہے، یہیں سے جھگڑا شروع ہوتا ہے اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ بہ غور دیکھا جائے تو شرح طلاق میں اضافے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔

اس سلسلہ میں بعض بزرگان دین کا یہ تجربہ بھی بہت مفید ہے کہ نکاح کے بعد کچھ ماہ نو بیاہی جوڑے کو ساتھ رکھا جائے، اس دوران ان کی مناسب تربیت کی جائے پھران کا گھر بار الگ کردیا جائے، تاکہ وہ خود اپنے سیاہ وسفید کے مالک ہوجائیں۔ بہ صورت دیگر سرپرستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق تو برابر ادا کرتے رہیں، مگر بچوں کی جانب سے ہونے والی حق تلفی اور کوتاہی کو نظرانداز کریں یا نصیحت وموعظت سے کام چلاتے رہیں۔ بات بات پر گوش مالی اور زجر و توبیخ، طبیعت میں انقباض پیدا کرتی ہے، جس کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔

سوشل میڈیا کا غلط استعمال:

خوش گوار ازدواجی زندگی کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک، ایسے کام سے مکمل اجتناب کریں، جو اس محبت بھرے رشتہ کی دیواروں کو منہدم یا کمزور کردے۔ اور ہر ایسے کام کو انجام دینے میں سبقت کریں، جس سے اس رشتہ کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائیں۔ یہ بات اپنی جگہ سچ ہے کہ آج سوشل میڈیا کی بدولت پوری دنیا ایک گاؤں کی شکل اختیار کرچکی ہے، ابلاغ وترسیل کے ان گنت ذرائع عام ہوچکے ہیں، پل بھر میں نہ صرف اپنی آواز کروڑوں میل دور تک پہنچائی جاسکتی ہے، بلکہ اپنی حرکات وسکنات سے مطلع بھی کیا جاسکتا ہے۔

سوشل ویب سائٹس میں زیادہ تر لوگ فیس بک، ٹویٹر، یوٹیوب، گوگل پلس، انسٹا گرام اور واٹس ایپ وغیرہ استعمال کرتے ہیں، جن میں حسب استعمال نفع وضرر کے دونوں پہلو موجود ہیں، مگر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے اور معاشرے کا بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو شادی

شدہ جوڑوں کے لئے سوشل میڈیا کا بہ کثرت استعمال سم قاتل سے کم نہیں۔ نامحرموں سے چیٹنگ وگفتگو، اہل خانہ کے لئے عدیم الفرصتی کا بہانہ، اندرون خانہ بھی اپنی ہی مصروفیات یا لغویات میں انہماک وغیرہ ایسے امور ہیں جن کا نتیجہ طلاق وخلع کی شکل میں ظاہر ہورہا ہے۔

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سوشل میڈیا کا بہ وقت ضرورت محدود استعمال ہو اور حرام ولایعنی امور سے کلی اجتناب کی کوشش کی جائے، تاکہ ازدواجی زندگی کو بارونق بنایا جاسکے۔

خواتین کی غیرضروری ملازمت:

اسلام نے شوہر وبیوی کے درمیان تقسیم کار کا جو اصول بتلایا ہے، وہ پرسکون ازدواجی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یعنی خاوند کمانے اور کھلانے کا مکلف ہے، جب کہ بیوی امور خانہ داری کو انجام دینے کی ذمہ دار ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا اس میں عورتوں کے تعلق سے یہ ہدایت بھی شامل ہے: ''تم پر ان کو معروف کے مطابق کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے کی ذمہ داری ہے۔'' (مسلم، کتاب الحج)

طلاق کے اسباب میں ایک اہم سبب محض جذبے اور شوق کی تسکین کے لئے خواتین کی غیرضروری ملازمت بھی ہے۔ یہ وہ ناسور ہے جو تیزی کے ساتھ مسلم سماج کا حصہ بنتا جارہا ہے، جس کے متعدد نقصانات سامنے آرہے ہیں جیسے: احساس برتری کی کیفیت، خودمختاری کا جذبہ، شوہر کے اختیارات میں دخل اندازی، اولاد کی پرورش وپرداخت میں کمی اور کوتاہی، بیوی کی آمدورفت پر شوہر کی جانب سے شکوک وشبہات کا اظہار وغیرہ۔

نوٹ: واضح رہے کہ بہ وقت ضرورت، درجۂ مجبوری میں پردہ وحجاب وغیرہ کی جملہ شرطوں کے ساتھ خواتین کی ملازمت کا نفس جواز اپنی جگہ مسلّم ہے۔ خاص کر لیڈی ڈاکٹر یا معلّمہ کی حیثیت سے ان کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔

خلاصۂ کلام:

معاشرے میں وقوع طلاق کے یہ چند بنیادی اسباب تھے، ورنہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں، مثلاً عورت کا بانجھ پن یا نرینہ اولاد سے محرومی، زوجین کی ایک دوسرے کے مزاج سے ناواقفیت یا ہٹ دھرمی، مرد کی جانب سے حقوق وفرائض میں کوتاہی، رہائش وغیرہ کا نامعقول انتظام، زوجۂ اولیٰ کو اعتماد میں لئے بغیر نکاح ثانی کا اقدام وغیرہ۔ یہ اور ان کے علاوہ جملہ اسباب کا سد باب اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس حوالے سے شعور بیداری مہم چلائی جائے، طریقۂ طلاق سے مکمل آگہی دی جائے، ملک کے ہر صوبے اور صوبے کے ہر ضلع میں جگہ جگہ ورک شاپ اور تربیتی پروگرام منعقد کئے جائیں اور مسجد کے ائمہ وخطباء کے ذریعہ اس تحریک کو فروغ دیا جائے۔ تب کہیں جاکر بے جا طلاق کے اس سیلاب کو بڑی حد تک نہ سہی کسی حد تک ضرور روکا جاسکتا ہے۔

حق تعالیٰ ہمیں حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے اور حکمت ودوراندیشی سے مسائل کا حل تلاش کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ستمبر ۲۰۱۹ء)

غازی علم الدین شہیدؒ عظیم مجاہد ومحافظ ختم نبوت

لاہور (مولانا عبدالنعیم) غازی علم الدین شہیدؒ عظیم مجاہد ومحافظ ختم نبوت تھے، اپنی جان کا نذرانہ دے کر عشق مصطفیٰ کا عملی ثبوت دیا، رہتی دنیا تک غازی علم الدین شہید کے تذکرے ہوتے رہیں گے اور ان کا نام ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ غازی علم الدین شہید عشق رسول کا استعارہ بن چکے ہیں۔ غازی علم دین کی شہادت نے ملت اسلامیہ کے دلوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں کی۔ مسلمان کی زندگی کا مقصد ہی ختم نبوت اور ناموس رسالت کا تحفظ کرنا ہے جو کہ غازی علم الدین نے کرکے دکھایا ہے۔ غازی علم دین شہیدؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کو عظیم راہ دکھائی۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشر واشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالنعیم، قاری علیم الدین شاکر، قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عبدالعزیز، مولانا محبوب الحسن طاہر، قاری ظہور الحق نے خطبات جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ دنیا بھر کے مسلمان ہمیشہ قافلہ عشق ومستی کے سپہ سالار غازی علم دین شہیدؒ کے سرتاپا ممنون رہیں گے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے حوالے سے ایک عظیم داستان رقم ہوئی۔ علماء کرام نے کہا کہ عشق رسول کا جام غازی علم دین شہیدؒ کو ہمیشہ کے لئے دوام بخش گیا اور آج بھی علم دین شہید مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے عشق رسول کے فروغ کے لئے ایک عظیم مینارۂ نور ہیں۔ جب بھی کبھی کفار کی جانب سے مسلمانوں کے ایمان کی حرارت کو چیک کرنے کے لئے کوئی سازش، کوئی گستاخی ہوتی ہے تو غازی علم دین شہیدؒ کے پیروکار میدان عمل میں ہوتے ہیں۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۱۹

معزز عدالت! اگر غیر مسلم جج کسی مسلمان عورت کے فسخ نکاح کی ڈگری دیتا ہے تو اس کا وہ حکم نافذ نہیں ہوسکتا۔ اگر اس ڈگری کے بعد وہ دوسرا نکاح کرے تو اسے زنا کا گناہ ہوگا۔ کیونکہ غیرمسلمانوں کے فیصلے مسلمانوں پر نافذ نہیں ہوسکتے۔ تمام فقہاء نے یہ مسئلہ قرآن کی آیت: ’’لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا‘‘ کے ذیل میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کو کسی کی بیوی قرار دے۔ وہاں بھی یہی مشکل پیش آئے گی۔ اس کے سوا عورت کا نکاح مرزائی سے حرام ہے۔ اس کفرواسلام کے فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسے نکاحوں میں کتنے ہی فسادات ہوئے ہیں۔ بہاول پور کا تاریخی مقدمہ بھی اسی وجہ سے چندسال تک چلتا رہا۔

بے شک انگریز کا فائدہ اسی میں تھا کہ اسلام کے اندر اسی طرح انارکی پھیلی رہے اور ہر شخص مسلمان کہلا کر جو فتنہ چاہے جاری کرے۔ لیکن اسلامی حکومت کو خود بھی اور عوام کے بے پناہ مطالبہ کی وجہ سے یہ فیصلہ کرنا ہی ضروری ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار اسلامی شریعت کی رو سے مسلمان نہیں ہیں۔ بہرشکل یہ مطالبہ کہ مرزائیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ نہایت معقول اور فساد کو ختم کرنے والا مطالبہ ہے۔ ایک تو اس لئے کہ جب مرزائی مسلمان نہیں ہیں تو ان کو اسلام سے خارج قرار دینے میں کیا مصیبت ہے۔ اتنا بڑا مسئلہ یونہی معلق نہیں رکھا جاسکتا۔ چاہے حکومت عدالت سے یہ فیصلہ کرائے، چاہے عوام کے مطالبہ کی بناء پر ان کو علیحدہ قرار دے دیتی۔ خاص کر جب کہ خود مرزائیوں نے بھی باؤنڈری کمیشن کے سامنے اور دوسرے موقعوں پر بھی اور فتوئی کے طور پر بھی مسلمانوں کو قطعاً کافر اور اپنے کو قطعاً علیحدہ قوم ظاہر کیا ہے اور اپنا نام بھی احمدی رکھا ہوا ہے جو غلام احمد قادیانی کی مناسبت سے ہے۔ پھر صرف ناواقف مسلمانوں کو کافرانہ تبلیغ کے جال میں پھنسانے یا ان کے حقوق پر قبضہ کرنے کی خاطر کیوں ان کو زبردستی مسلمانوں کے گلے ڈالا جائے۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔

اب مرزائیوں کی جارحانہ تبلیغ اور اقتدار کے حصول کے لئے زبردستی ایسے حالات پیدا کرنا کہ مسلمانوں کو مرزائیوں کا لوہا ماننا پڑے۔ یہ پروگرام جس کے نتیجہ میں سوائے فساد اور تصادم کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ بہتر ہے یا اہل اسلام کا یہ فیصلہ کن مطالبہ کہ دونوں کو الگ الگ قوم تسلیم کر کے حقوق آبادی کے لحاظ سے متعین کردیے جائیں تاکہ نہ کوئی مسلمان دھوکہ میں رہے نہ ایک دوسرے کو حق تلفی کا خطرہ باقی رہے۔ کتنا آئینی اور جمہوری مطالبہ ہے؟

۲......دوسرا مطالبہ اہل اسلام کا یہ تھا کہ چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے الگ کردیا جائے۔ کیا قوم کا اپنی حکومت سے کسی پرزے کی تبدیلی کا مطالبہ کوئی غیرآئینی مطالبہ ہے؟ کیا اس سے پہلے خود مرکز میں کسی اور وزیر کے خلاف عوام کے ایک طبقہ نے ایسا مطالبہ نہیں کیا جس پر عمل بھی کیا گیا؟ کیا جمہوری حکومت میں جمہور کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی نمائندہ کے بارہ میں اپنی بے اعتمادی کا اعلان اور اس کی علیحدگی کا مطالبہ کریں یا اس کے غلط اعمال کی وجہ سے نکتہ چینی اور اس کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کریں؟ جب کہ ظفر اللہ خاں کے خلاف مطالبات کا سلسلہ اس وقت سے جاری ہے جب اس کو وائسرائے ہند کی اگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا گیا تھا۔ اس وقت بھی شرقاً غرباً تمام ملک نے اس کے تقرر کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ مرزائی کہا کرتے ہیں کہ اس کا تقرر قائداعظم نے کیا تھا۔ پہلے تو ہمیں اس وقت کی مجبوریاں قائداعظم کی معلوم نہیں۔ آخر انہوں نے تقسیم پنجاب بھی مجبوری سے مانا تھا اور باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ کو غداری کہتے ہوئے بھی تسلیم کیا تھا۔ وہ ان کی اس وقت کی مجبوریاں تھیں۔ اس طرح قائداعظم نے اور بھی بہت سے آدمی وزیر بنائے تھے۔ لیکن ان کے خلاف کارروائی کرنی پڑی۔ جیسے پنجاب کے نواب

ممدوٹ یا سندھ کے مسٹر کھوڑو بلکہ منڈل جیسے تو پورے غدار ثابت ہوئے اور اگر قائداعظم زندہ ہوتے تو وہ یقیناً ظفراللہ خان کو اس کے کرتوتوں کا مزہ چکھاتے۔

بہرحال کسی وزیر کے خلاف پبلک کی بے اعتمادی اور عوام کا اس کی برطرفی کا مطالبہ کوئی غیر آئینی مطالبہ نہیں ہے۔ جب اسمبلیوں کے اندر کسی وزیر کے خلاف عوام کے نمائندے بے اعتمادی کی تجویز اور علیحدگی کی قرارداد پیش کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے پہلے خود اس کو وزیر بنایا تھا تو جمہور عوام براہ راست کیوں ایسا نہیں کر سکتے جن کے پاس ایسا کرنے کے لئے پبلک جلسے اور مطالبات ہی ہوسکتے ہیں۔

اور کیا پبلک کی نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرنے والی حکومت کو جب عوام کے ایسے بے پناہ مطالبہ کا سامنا پڑ جائے تو کیا اس کا فرض نہیں کہ عوام کے سامنے جھک جائے۔ جب کہ وہ انہی کی نمائندگی کی مدعی ہے۔ ورنہ استعفاء دے دے یا پھر صحیح طور پر عوام کی رائے دریافت کرنے کے لئے استصواب کرائے۔

ظفراللہ خان کے خلاف مطالبہ کی ہمہ گیری:

چوہدری ظفر اللہ خان کے خلاف مسلم پبلک کے جذبات وخیالات کا اعلان تو اس وقت سے ہوا تھا جب کہ اس کو وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں لیا گیا تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کے اعمال پر عام نکتہ چینی شروع ہوئی۔ یہاں تک عامۃ المسلمین نے وزارت خارجہ سے اس کی علیحدگی کا مطالبہ کیا۔

جس پر مندرجہ ذیل واقعات یا حالات سے روشنی پڑ سکتی ہے اور جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ عوام کا مطالبہ کتنا واجبی تھا۔

۱...... سابق وزیراعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ عام خیال یہ ہے کہ چوہدری ظفراللہ خان کو تبلیغ کا شوق ہے۔

۲...... نیز یہ کہ وہ لوگوں کو احمدی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۳...... پنجاب گورنمنٹ کے ہوم سیکرٹری غیاث الدین صاحب فرماتے ہیں کہ چوہدری ظفراللہ خان ربوہ کی کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔

۴...... یہ بھی کہتے ہیں کہ حکومت پنجاب کو علم تھا کہ صوبہ پنجاب کے عوام ظفراللہ خان کی سرگرمیوں کے مخالف ہیں۔ اخبارات اور پبلک پلیٹ فارم سے یہ آواز اٹھتی تھی۔

۵...... یہ سب وزراء اور حکام مانتے ہیں کہ چوہدری ظفراللہ خان نے کراچی جہانگیر پارک میں مئی ۱۹۵۲ء میں مرزائیوں کے جلسہ میں تقریر کی تھی۔

۶...... پنجاب گورنمنٹ کے ہوم سیکرٹری غیاث الدین فرماتے ہیں کہ اس تقریر سے ملک میں اشتعال پیدا ہوا تھا۔

۷...... خواجہ ناظم الدین فرماتے ہیں کہ کراچی میں تمام اسلامی فرقوں کے کنونشن کا انعقاد براہ راست چوہدری صاحب کی تقریر کا نتیجہ تھا۔

۸...... میاں انور علی آئی۔جی پنجاب فرماتے ہیں کہ کراچی کا جلسہ جہانگیر پارک والا بھی جس میں ظفراللہ خان نے تقریر کی تھی بے اطمینانی کا ایک سبب ہے۔

۹...... سردار عبدالرب نشتر مرکزی وزیر فرماتے ہیں کہ ہم نے چوہدری صاحب کو اس جلسہ میں تقریر کرنے سے روکا تھا مگر وہ نہ رکے۔

۱۰...... ۱۴/اگست ۱۹۵۲ء کو جب مرکزی حکومت سرکاری افسروں کی فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اعلان کرتی ہے تو ظفراللہ خان اس کے جواب (تردید) میں بیان دیتے ہیں۔ (ہوم سیکرٹری پنجاب)

۱۱...... ظفراللہ خان کے خلاف اسلام سرگرمیوں کی وجہ سے جلال الدین وزیر صوبہ سرحد بھی تقریر کرتے اور اس کے خلاف مطالبات کی حمایت کرتے ہیں۔ جن کو گورنر سرحد اور وزیراعلیٰ سرحد تنبیہ کرتے ہیں۔ (خواجہ ناظم الدین)

۱۲...... اسلامی تجاویز کی ہمیشہ مخالفت کرنے کی وجہ سے سنٹرل اسمبلی کے ایک معزز ممبر گزدر ہاشمی بھی چوہدری صاحب کے خلاف تقریر کرتے ہیں۔ (جن کو بعد میں ڈپٹی سپیکر بنادیا جاتا ہے) (خواجہ ناظم الدین)

۱۳...... حمید نظامی جو مطالبات کا مخالف اور ظفراللہ خان کا حامی ہے۔ کہتا ہے کہ عامۃ المسلمین کا مطالبہ تھا کہ ظفراللہ خان کو علیحدہ کیا جائے۔ اس لئے میں نے اخبار نوائے وقت میں مشورہ دیا تھا کہ ظفراللہ خان کو خود استعفاء دے دینا چاہئے۔

۱۴...... خواجہ ناظم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ کراچی کے تمام علماء مطالبات کے حق میں تھے۔

۱۵...... خواجہ ناظم الدین نے فرمایا کہ

صوبہ سرحد میں عبدالقیوم عوام سے یہ کہہ کر اشتعال اور تحریک کو روک سکا کہ تم امن قائم رکھو۔ ہم مطالبات کے لئے تمہاری ترجمانی کریں گے اور یہی بعد میں وزارت پنجاب کو کرنا پڑا۔

۱۶...... چوہدری ظفر اللہ خان باؤنڈری کمیشن کے سامنے مرزائی وفد کو پیش ہونے کی اجازت دے کر گویا ان کی پیش کردہ درخواست کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔

۱۷...... چوہدری ظفر اللہ خان، قائد اعظم کا جنازہ موقع پر موجود ہو کر بھی نہیں پڑھتے اور مولانا اسحاق خطیب ایبٹ آباد کے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ میں کافر حکومت کا مسلمان نوکر ہوں۔ یہ بیان تمام اخبارات میں آتا ہے اور تین سال تک چوہدری صاحب اس کی تردید نہیں کرتے۔ (گواہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہزاروی)

۱۸...... بیرونی اسلامی ممالک میں بھی چوہدری صاحب اپنی کفر نوازی سے باز نہیں آتے اور خواجہ ناظم الدین کے اس بیان سے کہ چوہدری صاحب لوگوں کو احمدی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بیان کی مزید تائید ہوتی ہے جو سید مظفر علی شمسی نے عدالت میں دیا ہے کہ جب ہالینڈ میں بھیجا جانے والا سفیر احمدی بنا۔ تب اس کو چوہدری صاحب نے سفیر بنایا۔ اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں جن کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے کہ پاکستان نادانستہ طور پر وزارت خارجہ کی وجہ سے دنیائے اسلام میں مرزائی کفر پھیلنے کا سبب بن رہا ہے۔ جس کو بعض ممالک اچھال کر پاکستان کو بدنام بھی کرتے ہیں۔

معزز عدالت! یہ ہیں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان جو مرزا قادیانی کے نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ جو اسی لئے قائد اعظم کا جنازہ نہ پڑھے جو پاکستانی حکومت کو کافر حکومت کہے۔ جس کو مرزائیت کی تبلیغ کا شوق ہو، جو لوگوں کو مرزائی بنانے کی کوشش کرتا ہو۔ جو ربوہ کے جلسوں میں شریک ہو کر تمام مرزائی سرکاری افسروں سے بات چیت اور باہمی تعاون کی بحث کرتا ہو۔ جو فسادات سے بے نیاز ہو کر جہانگیر پارک کراچی کے مرزائی جلسہ میں شریک ہو۔ جو مرکزی وزراء کی بات اور مشورہ کو درخور اعتناء نہ سمجھے۔ جو وزیر اعظم کے اعلان کے جواب میں بیان دے۔ جو عام اہل اسلام کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کرے۔ جس کی علیحدگی کا عامۃ المسلمین مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کو پاکستان کے لئے موجب بربادی تصور کرتے ہیں۔ اخبارات جس کے خلاف لکھتے ہیں۔ جو چھ سال کے عرصہ تک کشمیر کا مسئلہ سلجھا نہ سکا ہو۔ جو پڑوسی ممالک کے سلسلہ میں کوئی مفید کام نہ کر سکا ہو۔ تا آنکہ خود وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم یا مسٹر محمد علی نے اقدام کیا۔ کیا یہ عالمگیر مطالبہ غیر آئینی یا بلاوجہ کہلا سکتا ہے؟

معزز عدالت! ایسے تمام سنگین الزامات کے سلسلہ میں چوہدری ظفر اللہ خان سے نہ جواب طلب کیا جاتا ہے نہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی کرتوتوں سے باز آتا ہے۔ کیا ان حالات کو برملا دیکھنے اور سننے سے مسلمان قوم کا مضطرب و پریشان

ٹرین حادثات ریلوے وزیر کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے؟ علماء کرام

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت مولانا عزیز الرحمن ثانی، لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم، مولانا علیم الدین شاکر، پیر رضوان نفیس و دیگر نے کراچی سے لاہور جانے والی ٹرین تیز گام ایکسپریس کی بوگیوں میں آتشزدگی پر اظہار افسوس اور حادثے میں 74 سے زائد قیمتی جانوں کے نقصان اور 40 سے زائد زخمی ہونے والے پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت اور کارکنان افسوسناک سانحہ میں جاں بحق ہونے والے مسافروں کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ملک عزیز میں آئے روز ٹرین حادثات ریلوے وزیر کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ وزیر ریلوے دن رات ملک کے داخلی اور خارجی معاملات پر میڈیا کو بریفنگ دیتے ہیں لیکن اپنی کارکردگی کی فکر کیوں نہیں کرتے؟ وفاقی وزیر ریلوے ہر ادارے کا ترجمان بننے کی بجائے اپنی وزارت پر توجہ دیں اور اگر اپنی وزارت کی فکر نہیں کریں گے تو ایسے ہی حادثات رونما ہوتے رہیں گے۔ علماء نے کہا کہ خود کو اس سانحہ کا ذمہ دار نہ سمجھنا اور مسافروں بالخصوص دینی تبلیغی بھائیوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانا یہ دینی لوگوں کے ساتھ بغض وعناد رکھنے کے مترادف ہے، حالانکہ ایک عینی شاہد نے اپنے ویڈیو بیان میں اس بات کی تردید کی ہے کہ یہ واقعہ گیس سلنڈر پھٹنے کی وجہ سے پیش نہیں آیا تو بغیر تحقیق کے مسافروں کو ذمہ دار ٹھہرانا کسی بھی طرح درست نہیں۔

ہونا قدرتی امر نہیں ہے اور ان حالات میں جب وہ دیکھتے ہیں کہ ایک سول جج مرزائی، مرزائیوں کے جلسہ کی صدارت کرتا ہے۔اس سے کوئی پوچھتا نہیں۔ایک ڈپٹی کمشنرملتان کھلم کھلا مرزائیت کا کام کرتا ہے اور جب کمشنر ملتان کی رپورٹ پر تبدیل ہوکر منٹگمری آتا ہے وہاں بھی تبلیغ کرتا ہے۔جس کے نتیجہ کےطور پر بقول سردارنشتر گورنر پنجاب ایک قتل بھی ہوجاتا ہے۔لیکن اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔مرزائی سرکاری بارود بڑی تعداد میں چنیوٹ سے ربوہ لے جاکر جنگی مشق کرتے ہیں۔مرکزی وزیر اعظم کو اس کا علم ہوتا ہے۔لیکن کوئی باز پرس یا قانونی کارروائی نہیں کی جاتی۔

مرزا محمود اشتعال انگیز اور حاکمانہ بیانات دیتا ہے۔اس کے خلاف کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا۔حتیٰ کہ ایک دفعہ ہندوستان چلے جانے کے منصوبے بھی سوچے گئے۔لیکن ان کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھی۔ اسی طرح کے سینکڑوں واقعات ہوتے ہیں جن میں مسلمان تو زیر عتاب آجاتے ہیں۔لیکن مرزائیوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔کیا اگر مظلوم مسلمان قوم یہ رائے قائم کرے کہ سب کچھ چوہدری ظفر اللہ خان کے کھونٹے پر ہو رہا ہے تو وہ حق بجانب نہیں ہے اور اگر اس سے قوم میں یہ بے چینی پیدا ہو کہ عملی طور پر پاکستان میں وہی بات ہو سکتی ہے جو چوہدری ظفر اللہ خان کرنی چاہے وہ نہ چاہے تو نہیں ہو سکتی اور اگر چند دن اور یہ حالت رہی تو پاکستان کے اقتدار پر مکمل قبضہ مرزائی فرقہ کا ہو جائے گا۔کیا یہ بے چینی بے وجہ کہلائی جاسکتی ہے؟ خاص کر جب کہ محکمہ جات پر قبضہ کی اسکیم، احمدی صوبہ بنانے کا خیال، احمدیت کے حق میں ۱۹۵۲ء ختم ہونے سے پہلے حالات تبدیل کرنے کا آمرانہ حکم، مرزائیوں کی جنگی مشق، بینکوں میں لاتعداد روپوں کی موجودگی اور روایتی طور پر مرزائیوں اور فرنگیوں کا گٹھ جوڑ بھی پیش نظر ہو۔

معزز عدالت! ایسے حالات میں مسلمانوں کا نہایت امن سے ملک و مذہب کی حفاظت کی خاطر اور پیدا شدہ خطرات کی روک تھام کے لئے اپنی حکومت سے مطالبہ کرنا کہ مرزائیوں کو علیحدہ قوم قرار دے کر حقوق اور مذہبی نزاعات کا فیصلہ کر دیا جائے اور ساتھ ہی اس تمام فتنے کی جڑ یعنی چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کر دیا جائے۔یہ نہ کوئی غیر آئینی مطالبہ ہے، نہ پاکستان دشمنی ہے۔

حکومت کی بے بسی:

لیکن ایسا معلوم ہوتا کہ اس سلسلہ میں حکومت اپنے کو بے بس پاتی تھی۔حکومت کے لئے ایسے عالمگیر اور جمہوری مطالبات کے سلسلہ میں جن کی پشت پر تمام اسلامی فرقے اخبارات اور تمام علماء دین ہوں۔گول مول اور ٹال مٹول کی پالیسی اختیار کرنے کی بجائے مندرجہ ذیل تین باتوں میں سے ایک بات کرنی چاہئے تھی۔

۱......جمہوری حکومت ہونے کی وجہ سے جمہور کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی۔مطالبات تسلیم کر لیتی۔سب سے بڑا وقار یہی تھا کہ حکومت اور عوام میں یکجہتی پیدا ہوا اور ملکی بددلی اور عوام اضطراب میں ترقی نہ ہو۔

۲......لیکن اگر اخلاقی کمزوری یا کسی اور وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکتی تو جمہور کی نمائندگی پوری نہ کرنے کی وجہ سے مستعفی ہو جاتی اور ایسے لوگوں کو موقع دیتی۔جن کو عوام خود منتخب کریں۔

۳......اگر یہ نہ کرنا چاہتی تو پھر ایک ہی جائز طریقہ باقی رہتا تھا کہ وہ مطالبات کے سلسلہ میں استصواب رائے عامہ کا انتظام کرتی۔

حکومت نے ان تین آئینی راستوں میں سے ایک بھی اختیار نہیں کیا۔بلکہ اس سے کم درجے کی دو باتیں اور تھیں جو بہت آسان تھیں، حکومت نے اس سے بھی گریز کیا۔وہ یہ کہ:

۴......کم از کم سنٹرل اسمبلی میں بحث کے لئے یہ مطالبات پیش کئے جاتے۔اگرچہ وہاں بھی ایوان کا لیڈر اپنی ہی بات منوا لیتا ہے۔تاہم ظاہری طور پر نمائندہ اسمبلی کا فیصلہ سمجھا جاتا۔

۵......حکومت نے سب سے آخری شکل بھی اختیار نہ کی کہ جس پارٹی کی حکومت تھی اس پارٹی کے سامنے صورتحال کو پیش کر دیا جاتا۔یعنی آل پاکستان مسلم لیگ کی جنرل کونسل کے سامنے جس کا اجلاس اسی دوران میں ڈھاکہ میں ہو رہا تھا۔آخر جمہوری فیصلے کی یہ بھی ایک صورت تھی۔پھر اس فیصلے کی ذمہ داری بھی مسلم لیگ پر ہوتی۔چاہے فائدہ ہوتا، چاہے نقصان۔ یہ طرز تو قطعاً غلط ہے کہ حکومت کی تمام کارستانیوں کا بوجھ نتیجہ کے لحاظ سے مسلم لیگ اور اس کے عوامی کارکنوں پر پڑے کہ لیگی حکومت نے ایسا کیا۔لیکن حکومت ایسے نازک اور ملک گیر مسائل میں مسلم لیگ سے مشورہ بھی ضروری نہ سمجھے۔(جاری ہے)

REGD.SS.160

ایک عظیم علمی، ادبی، سوانحی اور تاریخی شاہکار دستاویز

چمنستانِ ختمِ نبوّت کے گلہائے رنگارنگ

ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات وحکایات جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

ترتیب: شاہینِ ختمِ نبوّت

مولانا اللہ وسایا صاحب

تین جلدوں کا مکمل سیٹ

قیمت صرف 500 روپے

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت

حضوری باغ روڈ، ملتان پاکستان 061-4783486